بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 71

ایڈیٹر منصور احمد

شمارہ 40

شرح چندہ
سالانہ 850 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈیا
80 ڈالرامریکن
یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

9 ربیع الاوّل 1444 ہجری قمری • 6 اِخاء 1401 ہجری شمسی • 6 اکتوبر 2022ء

ارشاد باری تعالیٰ

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ
اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا
الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ
لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ (الاعراف:159)

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ اَے انسانو! یقیناً مَیں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیروعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 30 ستمبر 2022 کو مسجد فتح عظیم (Zion) امریکہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہرآن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

صحیح اور سچی بات وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر کھولی، جو احادیث کے منشاء کے موافق ہے کہ مسیح کوئی خونی جنگ نہ کریگا اور نہ تلوار پکڑ کر لڑنا اسکا منصب ہے بلکہ وہ تو اصلاح کیلئے آئیگا، ہاں یہ ہم مانتے ہیں کہ اسکا کام دفعِ شر ہے اور وہ حجج اور براہین سے کریگا

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

بیرونی طور پر مسیح کا کام کیا ہے؟ جو اسکا یہ نام رکھا۔ مسیح ابن مریم کا کام دفع شر ہوگا اور مہدی کا کام کسب خیر۔ چنانچہ غور کرو کہ مسیح کا کام یَقۡتُلُ الۡخِنۡزِیۡرَ اور یَکۡسُرُ الصَّلِیۡبَ بتایا ہے۔ یہی دفعِ شر ہے، لیکن ہمارا یہ مذہب ہرگز نہیں ہے کہ وہ دفعِ شر کیلئے تیغ وسنان لے کر جنگ کے واسطے نکلے گا۔

علماء جو یہ کہتے ہیں کہ وہ جنگ کرے گا یہ صحیح نہیں بلکہ بالکل غلط ہے۔ یہ کیا اصلاح ہوئی کہ ابھی آپ آئے اور آتے ہی تلوار پکڑ کر لڑائی کے واسطے میدان میں نکل آئے، یہ نہیں ہوسکتا۔ صحیح اور سچی بات وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر کھولی، جو احادیث کے منشاء کے موافق ہے کہ مسیح کوئی خونی جنگ نہ کرے گا اور نہ تلوار پکڑ کر لڑنا اس کا منصب ہے بلکہ وہ تو اصلاح کیلئے آئے گا۔ ہاں یہ ہم مانتے ہیں کہ اس کا کام دفعِ شر ہے اور وہ حجج اور براہین سے کرے گا۔

اور مہدی کا کام کسب خیر ہے یعنی جو بدعادات اور فسق وفجور پھیلا ہوا ہو گا، وہ اس کو ہدایت سے بدل دے گا۔ عیسیٰ کا لفظ عَوس سے لیا ہے جو دفعِ شر کی طرف ایما ہے۔ ان ہر دو بروزوں میں سِرّ یہ ہے کہ مہدی کا بروز اکمل ہے، کیونکہ اسکا کام ہے افاضہ خیر اور افاضہ خیر دفع شر کی نسبت اکمل بات ہے۔ ایک شخص ہے جو کسی کی راہ سے صرف کانٹے اٹھاوے، یہ بے شک بڑا کام ہے، لیکن جو اس کو سواری دے اور اپنے گھر لے جا کر روٹی بھی کھلائے یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ پس مہدی اکمل ہے اس لئے وہ خلیفۃ اللہ ہے۔ عیسیٰ ابن مریم جو مہدی خلیفۃ اللہ کی بیعت کرے گا، اس میں یہی سِرّ ہے اور مہدی کا بروز یوں بھی اکمل ہے کہ وہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اور آپ خاتم الانبیاء تھے اور اکمل الانبیاء اس لئے کہ اس کا بروز بھی اکمل ہی ہوگا۔

یہ دو بروز تھے۔ علماء نے کیسا ظلم کیا کہ ایک بروز کو تو انہوں نے مان لیا کہ مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق اور نام پر ہوگا، لیکن عیسیٰ ابن مریمؑ کی نسبت یہی تجویز کیا کہ وہی آسمان سے اتر کر آئے گا۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ کیسے ذہن متنزل ہوگئے ہیں جو تناقض پیدا کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔ ایک جگہ تو بروز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مان لیا، اس کا قائم مقام خلیفۃ اللہ بن گیا، مگر پھر یہ کیا ہوا کہ جو چھوٹا تھا اسے خود کیوں آنا پڑا۔ وہ مہدی جس کو افاضہ خیر دیا گیا ہے اور جو اکمل ہے اس کو بروزی رنگ میں لاتے اور مسیح ابن مریم کو اس کی بیعت کرانے کے واسطے خود اتارتے ہو۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 407، مطبوعہ قادیان 2018)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تین اشخاص جن سے اللہ بروز قیامت جھگڑا کریگا

(2227) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین شخص ہیں جن سے قیامت کے روز میں جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر کسی سے عہد کیا اور پھر غداری کی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ تیسرا وہ شخص جس نے مزدور کو مزدوری پر رکھا اور اس سے پورا کام لیا مگر اس کی مزدوری اسے نہ دی۔

کون سا پڑوسی زیادہ حقدار ہے

(2259) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا! یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں ان دونوں میں سے مَیں کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا: ان دونوں میں سے جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہے۔

کام کی خواہش رکھنے والے یا عہدہ مانگنے والے

(2261) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ مَیں (یمن سے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور میرے ساتھ اشعر قبیلے کے دو شخص تھے (جو کسی خدمت کے طلبگار تھے، انہوں نے آنحضرتؐ سے اسکی درخواست کی) مَیں نے عرض کیا: مجھے علم نہیں تھا کہ یہ دونوں کام کی خواہش رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہم ایسے لوگوں کو اپنے کام پر نہیں لگاتے جو اسکی خواہش رکھتے ہوں (راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کلام کرتے ہوئے) لَنۡ نَسۡتَعۡمِلَ فرمایا یا لَا نَسۡتَعۡمِلُ فرمایا۔

(بخاری، جلد 4، مطبوعہ 2008ء قادیان)

......☆......☆......☆......

مومن کی اولاد اگر مومن ہوگی تو جنت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ ملا دی جائے گی

اولاد کی تکالیف کا ماں باپ پر اثر پڑتا ہے، اس تکلیف سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ بزرگوں کی اولاد سے نیکی کا سلوک کرتا ہے

انبیاء وصلحاء کی جماعتوں کیلئے بار بار قرآن کریم میں وعدے ہیں کہ ان پر خاص فضل ہوگا تا انکے دکھ پانے سے انبیاء اور صلحاء کو تکلیف نہ ہو

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ النحل آیت 120 ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ عَمِلُوا السُّوۡٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَاَصۡلَحُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِہَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (ترجمہ: پھر (یاد رکھو) جن لوگوں نے بے خبری کی حالت میں (کوئی) برائی کی ہو (اور) پھر اسکے بعد (اس سے) توبہ کرلیں اور (اپنی غلطی کی) اصلاح (بھی) کریں ان کے حق میں تیرا رب ان (شرائط کے پورا کرنے) کے بعد بہت ہی بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا (ثابت) ہوگا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ یہود نے نافرمانی کی اس لئے ان پر تکالیف آئیں جیسے فرمایا وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ کہ وہ ظلم کرتے تھے اس لئے اسکا نتیجہ انہیں دکھ ملا۔ اب فرمایا ہے کہ گو یہود نے غلطیاں کیں لیکن اگر وہ اب بھی توبہ کریں تو خدا تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے۔ اس میں یہود کا کوئی خاص لحاظ نہیں بلکہ یہ عام قانون کے مطابق ہے۔

ظاہر ہے کہ اولاد کی تکالیف کا ماں باپ پر اثر پڑتا ہے جس طرح بچوں کے بیمار ہونے سے ماں باپ کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ان کے دوزخ میں پڑنے سے ماں باپ کو تکلیف ہوگی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ قیامت کے دن بعض ظاہر میں صحابی نظر آنے والے لوگوں کو دوزخ میں جاتے دیکھیں گے تو فرمائیں گے اُصَیۡحَابِیۡ۔ اُصَیۡحَابِیۡ (بخاری جلد 3 کتاب التفسیر باب وَکُنۡتُ عَلَیۡہِمۡ شَہِیۡدًا) پس اس تکلیف سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ بزرگوں کی اولاد سے نیکی کا سلوک کرتا ہے اور ان بزرگوں کو تکلیف سے بچانے کیلئے انکی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلۡحَقۡنَا بِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ کہ ہم مومنوں کی اولاد کو اگر وہ مومن ہوں گے جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے خواہ اولاد کا درجہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے انبیاء و صلحاء کی امتوں اور جماعتوں کیلئے بار بار قرآن کریم

باقی صفحہ نمبر 6 پر ملاحظہ فرمائیں

اس شمارہ میں

اداریہ
خطبہ جمعہ حضور انور فرمودہ 16 ستمبر 2022ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
نیشنل عاملہ خدام الاحمدیہ ماریشس کی حضور انور سے ملاقات
اختتامی خطاب حضور انور برموقع جلسہ سالانہ جرمنی 2022
نماز جنازہ حاضر وغائب
خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب
خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرٌّ مَا فِي العَالَمِ ✡ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

رسل بابا امرتسری کی طرف سے ایک انعامی چیلنج کا اعلان
اور
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوری جواب اور قبول چیلنج

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوائے چند ایک کے تقریباً سارے انعامی چیلنج رُوحانی خزائن سے علی الترتیب ہم بیان کر چکے ہیں۔ سبھی چیلنج میں ہم نے یہی دیکھا کہ کسی بھی مخالف کو آپؑ کے مقابل پر آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ آپؑ نے یہ چیلنج مسلمانوں، ہندوؤں، عیسائیوں سب کو دیئے لیکن کسی کو بھی آپؑ کے چیلنج کا جواب دینے کی توفیق نہیں ملی۔ ہاں ایک مثال ہمیں ملتی ہے کہ محمد حسن بھیں نے کتاب اعجاز المسیح کا جواب لکھنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے اُسے اعجاز المسیح کے جواب میں لغو اور بیہودہ کتاب شائع کرنے کی مہلت ہی نہیں دی اور اپنے پاس بلا لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ساٹھ سے اُوپر انعامی چیلنج دیئے لیکن کوئی مقابل پر نہیں آیا لیکن جب رسل بابا امرتسری نے ایک چیلنج دیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فوری اُس کا چیلنج قبول کیا لیکن رسل بابا امرتسری اپنے وعدہ سے مکر گیا اور چیلنج سے پیچھے ہٹ گیا۔ رسل بابا امرتسری نے ایک کتاب ”حیات المسیح“ کے نام سے لکھی اور چیلنج دیا کہ جو کوئی حیات مسیح سے متعلق اس کے پیش کردہ دلائل کو توڑ کر دکھلا دیگا اسے ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ رسل بابا امرتسری کے چیلنج کا جواب اور اس کی کتاب ”حیات المسیح“ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبصرہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

رسل بابا نے حیاتِ مسیح ثابت نہیں کیا، صرف وقت ضائع کیا، محکم آیات سے آنکھ بند کرکے گزر گئے اور بعض دوسری آیات میں تحریف کر کے حیاتِ عیسیٰ ثابت کرنیکی ناکام کوشش کی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ان دنوں میں مولوی صاحب مندرج العنوان نے ایک کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ثابت کرنے کے لئے لکھی ہے جس کا نام حیات المسیح رکھا ہے۔ لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ انہوں نے باوجود اس قدر محنت اٹھانے اور وقت ضائع کرنے کے ثابت کیا کیا ہے تو ایک منصف آدمی یہی جواب دے گا کہ کچھ نہیں۔ اگر مولوی صاحب موصوف کی نیت بخیر ہوتی اور ان کے اس کاروبار کی علت غائی حق الامر کی تحقیق ہوتی نہ اور کچھ تو وہ اس رسالہ کے لکھنے سے پہلے قرآن شریف کی ان آیات بینات کو غور سے پڑھ لیتے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ایسی صاف طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ گویا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے فوت ہو گئے اور دفن کئے گئے۔ لیکن افسوس کہ مولوی صاحب موصوف محکم اور بین آیات سے آنکھ بند کر کے گزر گئے اور بعض دوسری آیات میں تحریف کر کے اور اپنی طرف سے اور فقرے ان کے ساتھ ملا کر عوام کو یہ دکھلانا چاہا کہ گویا ان آیتوں سے حضرت عیسیٰ کی حیات کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن اگر مولوی صاحب کی اس مفتریانہ کارروائی سے کچھ ثابت ہوتا بھی ہے تو بس یہی کہ ان کی فطرت میں یہودیوں کی صفات کا خمیر بھی موجود ہے ورنہ یہ کسی نیک بخت آدمی کا کام نہیں ہے کہ قرآن کریم کی ظاہر ترکیب کو توڑ مروڑ کر اور آیات کے غیر منفک تعلقات کو ایک دوسری سے الگ کر کے اور بعض فقرے اپنی طرف سے زائد کر کے کوئی امر ثابت کرنا چاہے اگر اسی بات کا نام ثبوت ہے تو کونسا امر ہے جو ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ ہر یک ملحد اور بے ایمان اپنے مقاصد اسی طرح ثابت کر سکتا ہے۔

یہ وہی یہودیانہ تحریف ہے جسکی وجہ سے قرآن کریم میں ایسے لوگ سؤر اور بندر کہلائے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اس بات کو کون نہیں جانتا کہ ایک کتاب کے معنے اسی صورت میں اس کتاب کے معنے کہلاتے ہیں کہ جب اس کی ترتیب اور تعلقات فقرات اور سیاق سباق محفوظ رکھ کر کئے جائیں۔ لیکن اگر اس کتاب کی ترکیب کو ہی زیر و زبر کیا جائے اور عبارت کے اعضا کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے اور نہایت دلیری کر کے بعض فقرات اپنی طرف سے ملا دیئے جائیں تو پھر ایسی خودساختہ عبارت سے اگر کوئی مدعا ثابت کرنا چاہیں تو کیا یہ وہی یہودیانہ تحریف نہیں ہے جس کی وجہ سے قرآن کریم میں ایسے لوگ سؤر اور بندر کہلائے جنہوں نے اسی طرح توریت میں ملحدانہ کارروائیاں کی تھیں۔ اگر ایسے ہی خائنانہ تصرفات اور تحریفات سے حضرت مسیح کی زندگی ثابت ہو سکتی ہے تو پھر ہمیں تو اقرار کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح کی زندگی ثابت ہو گئی۔ مگر اس بات کا کیا علاج کہ خدا تعالیٰ نے ایسے محرفوں کا نام خنزیر اور بوزنہ رکھا ہے اور ان پر لعنت بھیجی ہے اور ان کی صحبت سے پرہیز اور اجتناب کرنے کا حکم ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہم الٰہی کلام کی کسی آیت میں تغییر اور تبدیل اور تقدیم اور تاخیر اور فقرات تراشی کے مجاز نہیں ہیں مگر صرف اس صورت میں کہ جب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ بذات خود ایسی تغییر اور تبدیل کی ہے اور جب تک ایسا ثابت نہ ہو تو ہم قرآن کی ترصیع اور ترتیب کو زیر و زبر نہیں کر سکتے اور نہ اس میں اپنی طرف سے بعض فقرات ملا سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا کریں تو عنداللہ مجرم اور قابل مؤاخذہ ہیں۔ اب ناظرین خود مولوی صاحب موصوف کی کتاب کو دیکھ لیں کہ کیا وہ ایسی ہی کارروائیوں سے پُر ہے، یا کہیں انہوں نے ایسا بھی کیا ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت ایسے طور سے پیش کی ہے کہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ ثابت کر کے دکھلا دیا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اس آیت کے معنے حضرت مسیح کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے اور تکلفات اور تحریفات سے کام نہیں لیا۔ ہمیں نہ مولوی رسل بابا صاحب سے کچھ ضد اور عناد ہے نہ کسی اور مولوی صاحب سے۔ اگر وہ یہودیانہ روش پر نہ چلیں اور صحیح استدلال سے کام لیں تو پھر ثابت شدہ امر کو قبول نہ کرنا بے ایمانی ہے۔ اگر کوئی تعصّبات سے الگ ہو کر اس بات میں فکر کرے کہ حقیقتیں کیونکر ثابت ہوتی ہیں اور ان کے ثبوت کے لئے قاعدہ کیا ہے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ایسا قاعدہ صرف ایک ہی رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ صاف اور صریح اور بدیہی امور کو نظری امور کے ثابت کرنے کے لئے بطور دلائل کے استعمال کیا جائے اور اگر ایسے امر کو بطور دلیل کے پیش کریں کہ وہ خود نظری اور مشتبہ امر ہے جو تکلفات اور تاویلات اور تحریفات سے گھڑا گیا ہے تو اس کو دلیل نہ کہیں گے بلکہ وہ ایک الگ دعویٰ ہے جو خود دلیل کا محتاج ہے۔ افسوس کہ ہمارے سادہ لوح مولوی دلیل اور دعویٰ میں بھی فرق نہیں کر سکتے۔ اور اگر کسی دعویٰ پر دلیل طلب کی جائے تو ایک اور دعویٰ پیش کر دیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ وہ خود محتاج ثبوت ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلا دعویٰ۔

توفّی کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ نے وفات کے کئے ہیں، ہمارا تو بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کے سامنے رسول اللہ کا فیصلہ پیش کیا جائے تو وہ اسکو قبول نہیں کرتا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ہم نے اپنے مخالف الرائے مولوی صاحبوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ممات کے بارے میں صرف ایک ہی سوال کیا تھا۔ اگر ایمانداری سے اس سوال میں غور کرتے تو ان کی ہدایت کے لئے ایک ہی سوال کافی تھا مگر کسی کو ہدایت پانے کی خواہش ہوتی تو غور بھی کرتا۔ سوال یہ تھا کہ اللہ جلّ شانہ نے قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت دو جگہ توفّی کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ لفظ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی قرآن کریم میں آیا ہے اور ایسا ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا میں بھی یہی لفظ اللہ جلّ شانہ نے ذکر فرمایا ہے اور کتنے اور مقامات میں بھی موجود ہے۔ اور ان تمام مقامات پر نظر ڈالنے سے ایک منصف مزاج آدمی پورے اطمینان سے سمجھ سکتا ہے کہ توفّی کے معنے ہر جگہ قبض روح اور مارنے کے ہیں نہ اور کچھ۔ کتب حدیث میں بھی یہی محاورہ بھرا ہوا ہے۔ کتب حدیث میں توفّی کے لفظ کو صدہا جگہ پاؤ گے مگر کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ بجز مارنے کے کسی اور معنے پر بھی استعمال ہوا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر ایک اُمّی آدمی عرب کو کہا جائے کہ تُوُفِّيَ زَيْدٌ تو وہ اس فقرہ سے یہی سمجھے گا کہ زید وفات پا گیا۔ خیر عربوں کا عام محاورہ بھی جانے دو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مبارکہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی صحابی یا آپ کے عزیزوں میں سے فوت ہوتا تو آپؐ توفّی کے لفظ سے ہی اس کی وفات ظاہر کرتے تھے اور جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو صحابہ نے بھی توفی کے لفظ سے ہی آپ کی وفات ظاہر کی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر کی وفات حضرت عمر کی وفات۔ غرض تمام صحابہ کی وفات توفّی کے لفظ سے ہی تقریراً تحریراً بیان ہوئی اور مسلمانوں کی وفات کے لئے یہ لفظ ایک عزت کا قرار پایا تو پھر جب مسیح پر یہی وارد ہوا تو کیوں اس کے خود تراشیدہ معنے لئے جاتے ہیں۔ اگر یہ عام محاورہ کا فیصلہ منظور نہیں تو دوسرا طریق فیصلہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جو مسیح کے متعلق قرآنی آیات میں توفّی کا لفظ موجود ہے اس کے معنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے کیا کئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہ تحقیقات بھی کی تو بعد دریافت ثابت ہوا کہ صحیح بخاری میں یعنی کتاب التفسیر میں آیت فلمّا توفیتنی کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مارنا ہی لکھا ہے اور پھر اسی موقعہ پر آیت انی متوفیك کے معنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ممیتك درج ہیں یعنی اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اب ان حضرات مولویوں سے کوئی پوچھے کہ پہلا فیصلہ تو تم نے منظور نہ کیا مگر صحابہ کا فیصلہ اور خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قبول نہ کرنا اور پھر بھی کہتے رہنا کہ توفّی کے اور معنے ہیں ایمانداری ہے یا بے ایمانی۔ ایسے تعصب پر بھی ہزار حیف کہ ایک لفظ کے معنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے بھی سن کر قبول نہ کریں بلکہ کوئی اور معنے تراشیں اور اس فیصلہ کو منظور نہ رکھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کر دیا ہے اور اپنی نزاع کو اللہ اور رسول کی طرف ردّ نہ کریں بلکہ ارسطو اور افلاطون کی منطق سے مدد لیں۔ یہ طریق صلحاء کا نہیں ہے البتہ اشقیاء ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہمارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے اور کوئی بڑھ کر شہادت نہیں ہمارا تو اس بات کو سن کر بدن کانپ جاتا ہے کہ جب ایک شخص کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ پیش کیا جائے تو وہ اس کو قبول نہیں کرتا اور دوسری طرف بہکتا پھرتا ہے۔ پھر نہ معلوم ان حضرات کے کس قسم کے ایمان ہیں کہ نہ قرآن کریم کا فیصلہ ان کی نظر میں کچھ چیز ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ صحابہ کی تفسیر۔ یہ کیسا زمانہ آ گیا کہ مولوی کہلا کر اللہ رسول کو چھوڑتے جاتے ہیں۔

باقی صفحہ نمبر 15 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

’’پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مُردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابوبکرؓ کو دیکھے اور ابوبکرؓ کا درجہ اس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ اس بات سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض کارناموں، اوّلیات اور مناقبِ عالیہ کا ایمان افروز بیان

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16/ستمبر 2022ء بمطابق 16/تبوک 1401 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے کارناموں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں ذِمیوں کے حقوق کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ ذمی وہ لوگ تھے جو اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر کے اپنے مذہب پر قائم رہے اور اسلامی حکومت نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے برعکس فوجی خدمت سے بری تھے اور زکوٰۃ بھی ان پر عائد نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے ان کے جان و مال اور دوسرے انسانی حقوق کی حفاظت کے بدلے ان سے ایک معمولی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جسے عرف عام میں جزیہ کہتے ہیں۔ اسکی مقدار صرف چار درہم فی کس سالانہ تھی اور یہ صرف بالغ، تندرست اور قابلِ کار افراد سے وصول کیا جاتا تھا۔ بوڑھے، اپاہج، نادار، محتاج اور بچے اس سے بری تھے بلکہ معذوروں، محتاجوں کو اسلامی بیت المال سے مدد دی جاتی تھی۔ عراق اور شام کی فتوحات کے دوران میں متعدد قبائل اور آبادیاں جزیہ کی بنیاد پر اسلامی رعایا بن گئے۔ ان سے جو معاہدے ہوئے ان میں اس قسم کی شقیں بھی رکھی گئیں کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہیں کیے جائیں گے اور نہ ان کا کوئی ایسا قلعہ گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہوں۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔ (عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد، صفحہ 183، البدر پبلیکیشنز لاہور 2000ء) یعنی وہ صلیب کا جلوس بھی نکال سکتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو معاہدہ صلح کیا تھا اس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی عہد کیا گیا تھا کہ ایسا بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی مرض یا مصیبت آن پڑے یا جو پہلے مالدار ہو اور پھر ایسا غریب ہو جائے کہ اسکے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اسکے سر سے جزیہ ساقط کر دیا جائے گا یعنی ختم کر دیا جائے گا اور جب تک وہ دار الہجرت اور دار الاسلام میں رہے گا، جہاں اسلامی حکومت ہے وہاں رہے گا اس کے اور اس کے اہل و عیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کیے جائیں گے۔ البتہ اگر ایسے لوگ دار الہجرت اور دار الاسلام چھوڑ کر باہر چلے جائیں، دوسرے ملکوں میں چلے جائیں تو ان کے اہل و عیال کی کفالت مسلمانوں کے ذمہ نہیں ہوگی۔

(کتاب الخراج لابی یوسف فصل فی الکنائس والبیع، صفحہ 148، مطبوعہ المکتبہ التوفیقیہ 2013ء)

ایک روایت کے مطابق اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کے معاہدہ میں درج تھا کہ محتاجوں، اپاہجوں اور تارک الدنیا راہبوں کو جزیہ معاف ہوگا۔

(ابوبکر الصدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 318، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر ایک جمع قرآن کا بہت بڑا کام ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ جمعِ قرآن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد زریں کا بے مثال اور عظیم کارنامہ ہے۔ اس کا پس منظر مسیلمہ کذاب سے ہونے والی جنگِ یمامہ سے متصل ہے۔ جنگِ یمامہ میں بارہ سو مسلمان شہید ہو گئے اور ان میں کبار صحابہؓ اور حفّاظِ قرآن کی بھی ایک واضح اکثریت تھی اور ایک روایت کے مطابق حفاظ شہداء کی تعداد سات سو تک بیان ہوئی ہے۔

(حضرت ابوبکرؓ از محمد حسین ہیکل، مترجم انجم شہباز سلطان، صفحہ 393، بک کارنر جہلم پاکستان) (قرآن کیسے جمع ہوا؟ از مولانا محمد احمد مصباحی، صفحہ 58، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

چنانچہ اس صورتحال میں حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کیلئے انشراحِ صدر عطا فرمایا۔ آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اس کا تذکرہ کیا جس کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے: عُبید بن سبّاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بتایا کہ اہلِ یمامہ سے جنگ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے انہیں بلایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ بھی آپؓ کے پاس بیٹھے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یمامہ کی جنگ میں قرآنِ کریم کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ مختلف جنگوں میں بہت سے قاری یا حفاظِ قرآن شہید ہو جائیں گے جس کے نتیجہ میں قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری رائے میں آپؓ جمعِ قرآن کا حکم دیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زیدؓ کو فرمایا کہ میں نے عمرؓ سے کہا ہے کہ تُو وہ کام کیسے کرے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو عمرؓ نے کہا کہ اس کام میں بخدا خیر ہی خیر ہے۔ عمرؓ نے یہ بات مجھ سے اتنی بار کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے مجھے انشراحِ صدر عطا فرما دی اور میری بھی عمر کی مانند رائے ہو گئی ہے۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے زید! یقیناً تُو ایک جوان اور عقلمند آدمی ہے اور ہم تجھے کسی الزام یا عیب سے پاک سمجھتے ہیں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ پس اب تم قرآن شریف کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسے جمع کرو۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر وہ کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی ذمہ داری میرے سپرد کرتے تو وہ میرے لیے قرآن کریم کے جمع کرنے کے حکم سے زیادہ گراں نہ ہوتی۔ یہ تو بہت بڑا کام تھا جو میرے سپرد کیا۔ میں نے عرض کیا آپ لوگ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بخدا! یہ کام سراسر خیر ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اتنی بار یہ بات دہرائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کیلئے انشراحِ صدر عطا فرما دیا جس کیلئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو انشراحِ صدر عطا فرمایا تھا۔ پس مَیں نے قرآنِ کریم کی تلاش شروع کر دی اور اسے کھجوروں کی شاخوں اور سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کیا۔ یہاں تک کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ مجھے حضرت ابوخُزَیمہ انصاریؓ سے ملا جو اُن کے سوا کسی اَور سے نہیں ملا جو یہ ہے: لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (التوبۃ:128) یہاں سے لے کر سورۂ توبہ کے آخر تک۔ پھر قرآن کریم کے تحریری صحیفے حضرت ابوبکرؓ کی وفات تک انہی کے پاس رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کی زندگی میں ان کے پاس رہے۔ اسکے بعد حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر 4986)

امام بغوی اپنی کتاب شرح السنہ میں جمعِ قرآن کی احادیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا تھا اسے صحابہ کرامؓ نے من وعن بغیر کسی کمی بیشی کے مکمل جمع کر دیا تھا اور صحابہ کرام کا قرآن مجید کو جمع کرنے کا سبب حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ پہلے قرآن مجید کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلیٹوں، سِلوں اور حفاظِ کرام کے سینوں میں بکھرا ہوا تھا۔ صحابہ کرام کو خدشہ ہوا کہ حفاظِ کرام کی شہادت سے قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے اس لیے وہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ کام سب صحابہ کرام کے اتفاق سے ہوا لہٰذا انہوں نے قرآن مجید کو بلا تقدیم و تاخیر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ٹھیک اسی طرح مرتب کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو قرآن مجید سناتے تھے اور انہیں بالکل اسی ترتیب سے قرآن سکھاتے تھے جس طرح یہ اب ہمارے سامنے مصاحف میں موجود ہے۔ یہ ترتیب جبرئیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی تھی۔ وہ آپؐ کو ہر آیت کے نزول پر بتاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد لکھوایئے۔

(شرح السنۃ، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، روایت 1232، جلد 2، صفحہ 484-485، المکتبۃ التوفیقیۃ 2014ء)

قرآن کریم کے جمع کرنے کا کام حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ہوا۔ حضرت علیؓ اسکے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر رحمت نازل فرمائے۔ وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو کتابی صورت میں محفوظ کیا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب فضائل القرآن، روایت نمبر 30856 مترجم، جلد 8، صفحہ 827، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع قرآن کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’جو بات اس وقت تک نہ ہوئی تھی وہ صرف یہ تھی کہ ایک جلد میں قرآن شریف جمع نہیں ہوا تھا۔ جب یہ پانچ سو قرآن کا حافظ اس لڑائی‘‘ یعنی جنگِ یمامہ ’’میں مارا گیا۔ تو حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور انہیں جا کے کہا ایک

لڑائی میں پانچ سو حافظِ قرآن شہید ہوا ہے اور ابھی تو بہت سی لڑائیاں ہمارے سامنے ہیں۔ اگر اَور حفاظ بھی شہید ہو گئے تو لوگوں کو قرآنِ کریم کے متعلق شبہ پیدا ہو جائے گا اس لیے قرآن کو ایک جلد میں جمع کر دینا چاہئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے تو اس بات سے انکار کیا لیکن آخر آپؓ کی بات مان لی۔

حضرت ابوبکرؓ نے زید بن ثابتؓ کو اِس کام کیلئے مقرر کیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن کریم لکھا کرتے تھے اور کبار صحابہؓ ان کی مدد کیلئے مقرر کیے۔

گو ہزاروں صحابہؓ قرآن شریف کے حافظ تھے لیکن قرآن شریف کے لکھتے وقت ہزاروں صحابہ کو جمع کرنا تو ناممکن تھا اِس لیے حضرت ابوبکرؓ نے حکم دے دیا کہ قرآنِ کریم کو تحریری نسخوں سے نقل کیا جائے اور ساتھ ہی یہ احتیاط کی جائے کہ کم سے کم دو حافظ قرآن کے اَور بھی اس کی تصدیق کرنے والے ہوں۔ چنانچہ متفرق چمڑوں اور ہڈیوں پر جو قرآنِ شریف لکھا ہوا تھا وہ ایک جگہ پر جمع کر دیا گیا اور قرآنِ شریف کے حافظوں نے اسکی تصدیق کی۔ اگر قرآنِ شریف کے متعلق کوئی شبہ ہو سکتا ہے تو محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس وقت کے درمیانی عرصہ کے متعلق ہو سکتا ہے مگر کیا کوئی عقلمند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ جو کتاب روزانہ پڑھی جاتی تھی اور جو کتاب ہر رمضان میں اونچی آواز سے پڑھ کر دوسرے مسلمانوں کو حفاظ سناتے تھے اور جس ساری کی ساری کتاب کو ہزاروں آدمیوں نے شروع سے لے کر آخر تک حفظ کیا ہوا تھا اور جو کتاب گو ایک جلد میں اکٹھی نہیں کی گئی تھی لیکن بیسیوں صحابہؓ اس کو لکھا کرتے تھے اور ٹکڑوں کی صورت میں لکھی ہوئی وہ ساری کی ساری موجود تھی اسے ایک جلد میں جمع کرنے میں کسی کو دِقت محسوس ہو سکتی تھی۔ اور پھر کیا ایسے شخص کو دقت ہو سکتی تھی جو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کی کتابت پر مقرر تھا اور اس کا حافظ تھا اور جب کہ قرآن روزانہ پڑھا جاتا تھا کیا یہ ہو سکتا تھا کہ اِس جلد میں کوئی غلطی ہو جاتی اور باقی حافظ اس کو پکڑ نہ لیتے۔ اگر اس قسم کی شہادت پر شبہ کیا جائے تو پھر تو دنیا میں کوئی دلیل باقی نہیں رہتی۔

حق یہ ہے کہ دنیا کی کوئی تحریر ایسے تواتر سے دنیا میں قائم نہیں جس تواتر سے قرآن شریف قائم ہے۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20، صفحہ 432-433)

بعد میں آپؓ یہ دلیل فرما رہے ہیں کہ قرآن کریم اصلی حالت میں ہے اور کوئی اس میں ردّ و بدل نہیں ہے جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ تبدیلی ہوئی، اور یہ تھا، اور وہ تھا۔ آج کل بھی اعتراض اٹھتے ہیں اس کا یہ جواب ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن نہ لکھا گیا تھا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یقیناً سارا قرآن لکھا گیا‘‘ تھا۔ یہ جو کہتے ہیں نہیں لکھا گیا یہ غلط ہے۔ لکھا گیا تھا۔ ’’جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی روایت ہے کہ جب کوئی حصہ نازل ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے والوں کو بلاتے اور فرماتے اسے فلاں جگہ داخل کرو۔ جب یہ تاریخی ثبوت موجود ہے تو پھر یہ کہنا کہ قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پورا نہ لکھا گیا تھا بے وقوفی ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں کیوں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن اس طرح ایک جلد میں نہ تھا جس طرح اب ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن محفوظ نہیں۔ اس لیے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابوبکرؓ سے جو الفاظ کہے وہ یہ تھے کہ اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ جَمْعَ الْقُرْاٰنِ۔ مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنے کا حکم دیں۔ یہ نہیں کہا کہ آپ اس کی کتابت کرالیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے زیدؓ کو بلا کر کہا کہ قرآن جمع کرو چنانچہ فرمایا اِجْمَعْهُ۔ اسے ایک جگہ جمع کر دو یہ نہیں کہا کہ اسے لکھ لو۔ غرض الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ اس وقت قرآن کے اوراق کو ایک جلد میں اکٹھا کرنے کا سوال تھا لکھنے کا سوال نہ تھا۔‘‘ (فضائل القرآن (ا)، انوار العلوم، جلد 10، صفحہ 514-515)

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جلد میں جمع کر دیا گیا اور بعد میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مزید پیش رفت یہ ہوئی کہ تمام عرب بلکہ تمام مسلم دنیا کو ایک قراءت پر جمع کر دیا گیا۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن کریم کی اشاعت کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شکایت آئی کہ مختلف قبائل کے لوگ مختلف قراءتوں کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھتے ہیں اور غیر مسلموں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کے کئی نسخے ہیں۔ اس قراءت سے مراد یہ ہے کہ کوئی قبیلہ کسی حرف کو زبر سے پڑھتا ہے دوسرا زیر سے پڑھتا ہے تیسرا پیش سے پڑھتا ہے اور یہ بات سوائے عربی کے اَور کسی زبان میں نہیں پائی جاتی۔ اِس لیے عربی نہ جاننے والا آدمی جب یہ سنے گا تو وہ سمجھے گا کہ یہ کچھ کہہ رہا ہے اور وہ کچھ کہہ رہا ہے حالانکہ کہہ وہ ایک ہی بات رہے ہوں گے۔ پس اس فتنہ سے بچانے کیلئے حضرت عثمانؓ نے یہ تجویز فرمائی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو نسخہ لکھا گیا تھا اس کی کاپیاں کروالی جائیں اور مختلف ملکوں میں بھیج دی جائیں اور حکم دے دیا جائے کہ بس اِسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھنا ہے اور کوئی قراءت نہیں پڑھنی۔ یہ بات جو حضرت عثمانؓ نے کی بالکل معیوب نہ تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب لوگ قبائلی زندگی بسر کرتے تھے یعنی ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ رہتا تھا اس لیے وہ اپنی اپنی بولی کے عادی تھے۔ یعنی اپنا اپنا ان کا بولنے کا انداز تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جمع ہو کر عرب لوگ متمدن ہو گئے اور ایک عامی زبان کی بجائے عربی زبان ایک علمی زبان بن گئی۔ کثرت سے عرب کے لوگ پڑھنے اور لکھنے کے علم سے واقف ہو گئے جس کی وجہ سے ہر آدمی خواہ کسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اسی سہولت سے وہ لفظ ادا کر سکتا تھا جس طرح علمی زبان میں وہ لفظ بولا جاتا تھا جو در حقیقت ملک کی زبان تھی۔ پس کوئی وجہ نہ تھی کہ جب سارے لوگ ایک علمی زبان کے عادی ہو چکے تھے انہیں پھر بھی اجازت دی جاتی کہ وہ اپنے قبائلی تلفظ کے ساتھ ہی قرآن شریف کو پڑھتے چلے جائیں اور غیر قوموں کیلئے ٹھوکر کا موجب بنیں۔ اِس لیے حضرت عثمانؓ نے اِن حرکات کے ساتھ قرآن شریف کو لکھ کر جو مکہ کی زبان کے مطابق تھا سب ملکوں میں کاپیاں تقسیم کر دیں اور آئندہ کے متعلق حکم دے دیا کہ سوائے مکی لہجہ کے اَور کسی قبائلی لہجہ میں قرآن شریف نہ پڑھا جائے۔ اِس امر کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یورپ کے مصنف اور دوسری قوموں کے مصنف ہمیشہ یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کوئی نیا قرآن بنا دیا تھا یا عثمان نے کوئی نئی تبدیلی قرآن کریم میں کر دی تھی لیکن حقیقت وہ ہے جو بیان کی گئی ہے۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20، صفحہ 433-434)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’قرآن بلا شبہ وحی متلو ہے اور پورے کا پورا یہاں تک کہ نقطے اور حروف بھی قطعی متواتر ہیں اور اللہ نے اسے کمال اہتمام کے ساتھ فرشتوں کی حفاظت میں نازل فرمایا ہے۔ پھر اسکے بارے میں تمام قسم کے اہتمام کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور آپؐ نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک ایک آیت جیسے وہ (قرآن) نازل ہوتا رہا لکھنے پر مداومت فرمائی۔

یہاں تک کہ آپ نے اسے مکمل طور پر جمع فرمایا اور بنفس نفیس آیات کو ترتیب دیا اور انہیں جمع کیا اور نماز میں اور نماز سے باہر اس کی تلاوت پر مداومت فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے رحلت فرما گئے اور اپنے رفیقِ اعلیٰ اور محبوب رب العالمین سے جا ملے۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’پھر اس کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تمام سورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ترتیب کے مطابق جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ پھر (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اللہ نے خلیفۂ ثالث (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو توفیق عطا فرمائی تو آپؓ نے لغتِ قریش کے مطابق قرآن کو ایک قراءت پر جمع کیا اور اسے تمام ملکوں میں پھیلا دیا۔‘‘ (حمامۃ البشریٰ، مترجم، صفحہ 101-102)

یہ سوال ہے کہ صحیفہ صدیقی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لکھوایا تھا، کب تک محفوظ رہا اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعہ جس قرآن کریم کو ایک جلد میں مرتب کروایا اس کو صحیفۂ صدیقی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آپؓ کی وفات تک رہا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آ گیا اور حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے سپرد کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو نہ دیا جائے۔ البتہ جس کو نقل کرنا یا اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت حفصہؓ سے عاریتاً لے کر چند نسخے نقل کروائے اور وہ نسخہ حضرت حفصہ کو واپس لوٹا دیا۔ جب مروان مدینہ کا حاکم ہوا تو اس نے اس نسخہ کو حضرت حفصہؓ سے لینا چاہا لیکن حضرت حفصہؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت حفصہ کے انتقال کے بعد مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے لے کر اس کو ضائع کر دیا لیکن حضرت عثمانؓ اس کو پہلے محفوظ کروا چکے تھے۔ (سیر الصحابہ، جلد اول، صفحہ 44، دار الاشاعت کراچی 2004ء) (فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن......الخ، جلد 8، صفحہ 636-637، دار الریان للتراث القاہرہ 1887ء)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب سے پہلے جو کام سرانجام دیے یا جو کارنامے سب سے پہلے ان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں انہیں اوّلیاتِ ابوبکرؓ کا نام دیا گیا ہے۔ مختلف باتیں ہیں جو اُن کے کام تھے جو سب سے پہلے انہوں نے انجام دیے۔ آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ دوسرے یہ کہ مکہ میں آپؓ نے اپنے گھر کے سامنے سب سے پہلے مسجد بنائی۔ پھر تیسرا یہ کہ مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں سب سے پہلے قریش مکہ سے قتال کیا۔ چوتھا یہ کہ سب سے پہلے متعدد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی پاداش میں ظلم وستم کا شکار تھے خرید کر آزاد کیا۔ پانچواں یہ کہ سب سے پہلے قرآن کریم کو ایک جلد میں جمع کیا۔ چھٹا یہ کہ سب سے پہلے انہوں نے قرآن کا نام مُصْحَف رکھا۔ ساتواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفۂ راشد قرار پائے۔ آٹھواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے امیر الحج مقرر ہوئے۔ نواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے نماز میں مسلمانوں کی امامت کی۔ دسواں یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔ گیارہ یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کا مسلمانوں نے وظیفہ مقرر کیا۔ بارھواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفہ جنہوں نے اپنا جانشین نامزد کیا۔ حضرت عمرؓ کو آپ نے نامزد فرمایا تھا۔ تیرھواں یہ کہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی بیعتِ خلافت کے وقت ان کے والد حضرت ابوقحافہ زندہ تھے۔ چودھواں یہ کہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام میں کوئی لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ پندرھواں یہ کہ سب سے پہلے شخص جن کی چار پشتوں کو شرفِ صحابیت حاصل ہے۔ ان کے والد صحابی حضرت ابوقحافہؓ، حضرت ابوبکرؓ خود صحابی، ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اور ان کے پوتے حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ یہ سب صحابہ تھے۔

(الصدیق از پروفیسر علی محسن صدیقی، صفحہ 381-382)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کے بارے میں لکھا ہے حلیہ مبارک حضرت عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مروی ہے یعنی ان کے حوالے سے بات کی گئی ہے کہ انہوں نے ایک عربی شخص کو دیکھا جو پیدل چل رہا تھا اور آپ اس وقت اپنے ہودج میں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابوبکرؓ سے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں ہم نے کہا حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپؓ ہمارے لیے حضرت ابوبکرؓ کا حلیہ بیان کریں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ گورے رنگ کے شخص تھے۔ دبلے پتلے تھے رخساروں پر گوشت کم تھا۔ کمر ذرا خمیدہ تھی، ذرا جھکی ہوئی تھی کہ آپؓ کا تہ بند بھی کمر پہ نہیں رکتا تھا اور نیچے سرک جاتا تھا۔ چہرہ کم گوشت والا تھا۔ چہرہ زیادہ بھرا ہوا نہیں تھا۔ آنکھیں اندر کی طرف تھیں اور پیشانی بلند تھی۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 140، ’’ابوبکر الصدیقؓ‘‘ ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابنِ سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضرت ابوبکرؓ خضاب لگاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں مہندی اور کَتَم سے رنگ لگاتے تھے اپنے بالوں پہ، داڑھی پہ۔ کتم ایک بوٹی کا نام ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 4304، جلد 12، صفحہ 248-249، مع حاشیہ، نورؓ فاؤنڈیشن ربوہ)

خشیتِ الٰہی اور زہد و تقویٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن جعفرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو کچھ زمین عطا فرمائی۔ دونوں میں ایک درخت کیلئے اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بحث کے دوران کوئی سخت بات کہہ دی لیکن بعد میں اس پر نادم ہوئے اور کہا ربیعہ تم بھی مجھے کوئی ایسی سخت بات کہہ دو تا کہ وہ اس کا قصاص ہو جائے۔ جس طرح میں نے سختی سے بات کی تم بھی مجھے بات کہہ دو لیکن حضرت ربیعہؓ نے انکار کر دیا۔ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ربیعہ تم سخت جواب نہ دو لیکن یہ دعا دو غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا اَبَابَكْرٍ اے ابوبکر! اللہ تم سے درگذر فرمائے۔ اس پر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات جب سنی تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ زار و قطار روتے ہوئے واپس لوٹے۔ (فتح الباری، شرح صحیح بخاری، لابن حجر عسقلانی، جلد 7، صفحہ 31، حدیث 3661، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک پرندہ دیکھا جو ایک درخت پر تھا۔ آپؓ نے کہا اے پرندے! تجھے خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری مانند ہوتا۔ تم درخت پر بیٹھتے ہو اور پھل کھاتے ہو اور پھر اڑ جاتے ہو۔ تم پر کوئی حساب ہو گا اور نہ ہی کوئی عذاب۔

اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں راستے کے ایک جانب ایک درخت ہوتا اور اونٹ میرے پاس سے گزرتا اور مجھے پکڑتا اور اپنے منہ میں ڈال لیتا اور مجھے چباڈالتا پھر وہ مجھے جلدی سے نگل لیتا پھر اونٹ مجھے مینگنی کی صورت میں باہر نکالتا اور میں انسان نہ ہوتا۔ (کنز العمال، جزء 12، صفحہ 237، کتاب الفضائل، باب فضائل الصحابہ، حدیث: 35694، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ النبا کی آیت نمبر 41 وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا اور کافر کہے گا اے کاش! میں خاک ہو چکا ہوتا، کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ ’’بعض مسلمان فرقے صحابہؓ کے بغض میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ موت کے وقت یہی فقرہ کہتے تھے پس ان کا کفر ثابت ہے۔‘‘ یعنی کیونکہ حضرت ابوبکرؓ یہ پڑھا کرتے تھے وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا تو اس لیے وہ کافر ہوئے نعوذ باللہ۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ’’حالانکہ اگر یہ روایت ثابت ہو‘‘ اگر یہ سچی بات ہے ’’اور یہ آیت حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ہو تو ابوبکرؓ کے ایمان کے لحاظ سے اسکے یہ معنی ہوں گے کہ کفّار کی باتوں کا منکر یعنی ابوبکرؓ یہ کہے گا کہ کاش! میرے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ ایسا ہی ہوتا کہ نہ وہ میرے نیک اعمال کا بدلہ دیتا اور نہ میری غلطیوں کی سزا دیتا۔ اور یہ فقرہ ایک مومنِ کامل کا فقرہ ہے۔ حدیثوں میں تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپؐ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے اعمال کی وجہ سے بخشا نہیں جاؤں گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخشا جاؤں گا۔ کافر کا لفظ اس جگہ طنزاً استعمال ہوا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اسے کافر کہتے ہیں جو جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوتا تھا اور جس نے اپنا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا اور گیارہ سال کی بیٹی آپؐ سے بیاہ دی تھی جبکہ آپؐ کی عمر چوّن پچپن سال کی تھی اور ہجرت میں آپؐ کے ساتھ تھا جبکہ سارے مکہ کے مقابلہ میں آپؐ صرف ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر کھڑے ہو گئے تھے۔ قرآن کریم طنزاً کہتا ہے کہ یہ قربانیاں دینے والا شخص تو کافر ہے۔‘‘ اگر یہ سمجھا جائے کہ ابوبکر کے متعلق بھی یہ آیت ہے تو یہ طنزاً لفظ استعمال ہوا ہے کہ یہ قربانیاں دینے والا شخص تو کافر ہے ’’مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے اعمال کے مقابلہ میں کوئی نسبت بھی عمل کی نہیں دکھائی وہ مومن بنتے ہیں۔‘‘

(تفسیر صغیر، سورۃ النبا، زیر آیت 41، صفحہ 798 حاشیہ)

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اے میری بیٹی! تُو جانتی ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب اور عزیز مجھے تم ہو اور میں نے اپنی فلاں جگہ کی زمین تمہیں ہبہ کی تھی۔ اگر تم نے اس پر قبضہ کیا ہوتا اور اس کے نفع سے استفادہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً تمہاری ملکیت میں تھی لیکن اب وہ میرے تمام وارثوں کی ملکیت ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ تم وہ واپس لوٹا دو۔ وہ ہبہ واپس لوٹا دو کیونکہ اس پہ تم نے قبضہ نہیں کیا اور میری زندگی میں وہ زمین میرے استعمال میں ہی رہی تا کہ وہ میری ساری اولاد میں اللہ کی کتاب کے مطابق تقسیم ہو جائے اور میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں نے اپنی اولاد میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی ہوگی۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا آپ کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی جائے گی۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 145-146، ذکر وصیۃ ابی بکر، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی (مترجم) صفحہ 89، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

ذیل کا جو واقعہ میں بیان کرنے لگا ہوں یہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن آپ کے مناقب کے ضمن میں بھی یہاں دوبارہ ذکر کرتا ہوں۔

جب خلافت کی ردا آپ کو اللہ تعالیٰ نے پہنائی تو اس وقت کا ذکر ہے کہ اگلے دن حضرت ابوبکرؓ جو کپڑے کی تجارت کرتے تھے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حسب معمول کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔

راستے میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بازار۔ انہوں نے کہا آپؓ مسلمانوں کے حاکم ہیں چلیے ہم آپؓ کیلئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں۔ آپؓ واپس چلیں، وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ تجارت کی کوئی ضرورت نہیں۔

(سیر الصحابہ، جلد اول، صفحہ 77)

علامہ ابنِ سعدؒ نے وظیفہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ ان کو دو چادریں ملتی تھیں۔ جب وہ پرانی ہو جاتی تھیں تو انہیں واپس کر کے دوسری لیتے تھے۔ سفر کے موقع پر سواری اور خلافت سے پہلے جو خرچ تھا اسی کے موافق اپنے اور اپنے متعلقین کیلئے خرچ لیتے تھے۔ (سیر الصحابہ، جلد اول، صفحہ 82)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام عالمِ اسلامی کے بادشاہ تھے مگر ان کو کیا ملتا تھا۔ پبلک کے روپیہ کے وہ محافظ تو تھے مگر خود اس روپیہ پر کوئی تصرف نہیں رکھتے تھے۔ بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے تاجر تھے مگر چونکہ ان کو کثرت سے یہ عادت تھی کہ جونہی روپیہ آیا خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اس لیے ایسا اتفاق ہوا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت آپؓ کے پاس نقد روپیہ نہیں تھا۔ خلافت کے دوسرے ہی دن آپؓ نے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائی اور اسے بیچنے کیلئے چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستہ میں ملے تو پوچھا کیا کرنے لگے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آخر مَیں نے کچھ کھانا تو ہوا۔ اگر میں کپڑے نہیں بیچوں گا تو کھاؤں گا کہاں سے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا اگر آپؓ کپڑے بیچتے رہے تو خلافت کا کام کون کرے گا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کام نہیں کروں گا تو پھر گزارہ کس طرح ہو گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپؓ بیت المال سے وظیفہ لے لیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں یہ تو برداشت نہیں کر سکتا، بیت المال پر میرا کیا حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب قرآن کریم نے اجازت دی ہے کہ دینی کام کرنے والوں پر بھی بیت المال کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے تو آپؓ کیوں نہیں لے سکتے۔

چنانچہ اس کے بعد بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا مگر اس وقت کے لحاظ سے وہ وظیفہ صرف اتنا تھا جس سے روٹی کپڑے کی ضرورت پوری ہو سکے۔‘‘ (تفسیر کبیر، جلد 8، صفحہ 468)

ابن ابی مُلَیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے اگر لگام چھوٹ کر گر جاتی تو آپ اپنی اونٹنی کو بٹھاتے اور وہ لگام اٹھاتے۔ ان سے کہا گیا کہ آپؓ نے ہمیں کیوں حکم نہیں دیا تا ہم آپؓ کو پکڑا دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات کا حکم دیا تھا کہ مَیں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 1، صفحہ 92، مسند ابی بکر الصدیق، حدیث 65، عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس حد تک احتیاط کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ مسجد میں بعض لوگوں کی آواز سنی کہ ابوبکرؓ کو ہم پر کون سی زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ جیسے نیکی کے کام وہ کرتے ہیں اسی طرح نیکی کے کام ہم کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا اے لوگو! ابوبکرؓ کو فضیلت نماز اور روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس نیکی کی وجہ سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔‘‘ (خطبات محمود، جلد 19، صفحہ 765)

یعنی جو اُن کے دل میں نیکی ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو خوف ہے اور جو خشیت ہے وہ اس معیار کی ہے کہ تب ان کو تمہارے پہ فضیلت ہے اور اس کے مطابق پھر ان کا عمل بھی ہے۔ صرف دل میں نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک آیت قرآنی کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کا مقام و مرتبہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ تُو عبادت کرتا رہ جب تک کہ تجھے یقینِ کامل کا مرتبہ حاصل نہ ہو اور تمام حجاب اور ظلماتی پردے دُور ہو کر یہ سمجھ میں آ جاوے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا بلکہ اب تو نیا ملک، نئی زمین، نیا آسمان ہے اور میں بھی کوئی نئی مخلوق ہوں۔ یہ حیاتِ ثانی وہی ہے جس کو صوفی بقاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جب انسان اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی روح کا نفخ اس میں ہوتا ہے۔ ملائکہ کا

اس پر نزول ہوتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جس پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابوبکرؓ کو دیکھے اور ابوبکرؓ کا درجہ اس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ اس بات سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔'' (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 98)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر پر روانہ ہوئے اور جب پڑاؤ کیا تو مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے۔ کوئی کسی کے ساتھ کوئی کسی کے ساتھ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت میں پڑاؤ کیا۔ ہمارے ساتھ بادیہ نشینوں میں سے ایک دیہاتی آدمی بھی تھا۔ ہم بادیہ نشینوں کے جس گھر میں ٹھہرے ان کی ایک عورت امید سے تھی۔ اس بدوی نے اس عورت سے کہا کہ کیا تمہاری خواہش ہے کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ اگر تُو مجھے ایک بکری دے دے تو تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اس عورت نے اس کو بکری دے دی۔ اس بدوی نے ایک وزن کے کئی ہم قافیہ الفاظ اسکے سامنے پڑھے۔ کوئی اپنا جنتر منتر پڑھا اس کے سامنے۔ پھر اس نے بکری ذبح کی اور جب لوگ کھانے کیلئے بیٹھے تو ایک آدمی نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم بھی ہے کہ یہ بکری کیسی ہے۔ پھر اس نے اسکا سارا قصہ سنایا۔ کس طرح اس عورت سے اس نے یہ کہہ کے بکری لی تھی کہ میں اس پہ دعا پڑھوں گا تو تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا آپ بھی وہاں تھے، کھانا کھانے والوں میں شامل۔ آپؓ سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے حلق میں انگلیاں ڈال کر اس کو نکال رہے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 8، صفحہ 19-20، مسند ابی سعید الخذریؓ، حدیث نمبر 11420، دار الحدیث القاہرہ 2012ء)

یعنی قے کر کے کھانا نکال رہے تھے، ایسا کھانا جو شرک کا ذریعہ بنا ہو وہ میں نہیں کھا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایک غلام تھا وہ انہیں کمائی لا کر دیتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ اس کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کھایا۔ غلام نے ان سے کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت کی تھی اور میں کہانت کا علم اچھی طرح نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میں نے اس کو دھوکا دیا۔ وہ مجھ کو ملا تو اُس نے مجھے اس کے بدلے کچھ دیا تھا۔ سو یہ وہ ہے جس سے آپ نے کھایا ہے۔ تحفہ لے آیا تھا یا پکا کے کبھی کبھی چیز لے آیا کرتا تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ گلے میں داخل کیا اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔ (صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاھلیۃ، حدیث 3842) انہوں نے کہا ایسا حرام کھانا میں نہیں کھا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ روز قیامت اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلی رہتی ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو غرور سے ایسا نہیں کرتے۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، باب قول النبیؐ لو کنت متخذاً خلیلاً، حدیث 3665)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کا تہہ بند نیچے کو ڈھلکتا ہے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رو پڑے کیونکہ ان کا تہہ بند بھی ویسا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو ان میں سے نہیں ہے۔ غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظِ مراتب ضروری شئے ہے۔''

(ملفوظات، جلد 7، صفحہ 25)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری اور عشق رسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غیرت کا ذکر ہے۔ ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اوپر سے ان کے ابا یعنی حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کیلئے آگے بڑھے کہ تم خدا کے رسول کے آگے اس طرح بولتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے ہی باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ازراہِ مذاق فرمایا۔ دیکھا! آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوبکرؓ دوبارہ تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہؓ ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے کہ دیکھو تم نے اپنی لڑائی میں تو مجھے شریک کیا تھا اب خوشی میں بھی شریک کر لو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے شریک کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ماجاء فی المزاح، حدیث 4999)

حضرت عقبہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا انہوں نے حضرت حسنؓ کو اٹھایا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ میرا باپ تجھ پر قربان۔ یہ تو نبی کی شکل و شباہت ہے، علیؓ کی شکل و شباہت نہیں ہے اور حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔

(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، حدیث: 3750)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ کے فوت ہونے پر بیوہ ہو گئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ مدینہ میں انہوں نے وفات پائی تھی تو حضرت عمر بن خطابؓ کہتے تھے میں عثمان بن عفانؓ سے ملا، ان کے پاس حفصہ کا ذکر کیا اور کہا اگر آپؓ چاہیں تو حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دوں۔ انہوں نے کہا میں اس معاملے پر غور کروں گا چنانچہ میں کئی روز تک ٹھہرا رہا۔ پھر عثمانؓ نے کہا مجھے یہی مناسب معلوم ہوا ہے کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے پھر میں حضرت ابوبکرؓ سے ملا اور کہا اگر آپؓ چاہیں تو میں حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کیے دیتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ عثمانؓ کی نسبت میں ان سے زیادہ رنجیدۂ خاطر ہوا۔ پھر میں کچھ راتیں ٹھہرا رہا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح کا پیغام بھیجا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ مجھ سے ملے اور کہا شاید آپؓ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ جب آپ نے حفصہؓ کا ذکر کیا اور میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ ہاں اس طرح ہی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ دراصل جو بات آپ نے پیش کی تھی اس کی نسبت آپ کو جواب دینے سے نہیں روکا تھا مگر اس بات نے کہ مجھے علم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور میں ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا ظاہر کرتا یعنی آپ کو بتاتا کہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے۔ اس لیے میں چپ ہو گیا یا انکار کر دیا اور آگے کہتے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رشتہ کو چھوڑ دیتے تو میں ضرور آپ کی بیٹی کا رشتہ قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث 4005)

حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکرؓ کو خراج عقیدت پیش کرنا اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جنہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کے بعد ان کیلئے دعا کی جبکہ انہیں تختے پر رکھ دیا گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے میرے پیچھے سے آ کے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ دی۔ کہنے لگا اللہ تم پر رحم کرے۔ مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تمہیں بھی ہمارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی دفن کرے گا کیونکہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بہت سنا تھا کہ میں اور ابوبکر و عمر فلاں جگہ تھے اور میں نے اور ابوبکر و عمر نے یہ کیا۔ میں اور ابوبکر و عمر چلے گئے۔ اس لیے میں یہ امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ان دونوں کے ساتھ ہی رکھے گا۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا، حدیث نمبر 3677)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

......☆......☆......☆......

بقیہ تفسیر کبیر از صفحہ اوّل

میں وعدے ہیں کہ ان پر خاص فضل ہوگا تا ان کے دکھ پانے سے انبیاء اور صلحاء کو تکلیف نہ ہو اور چونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ سب قوموں کی طرف انبیاء آئے ہیں۔ اس لئے ساری دنیا ہی اس فضل میں حصہ دار ہے اور یہود کی خصوصیت نہیں:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ

جہالت علم کے مقابل کا لفظ ہے اور اسکے معنی ناواقفیت کے ہیں۔ لغت میں ہے اَلْجَهَالَةُ ضِدُّ الْعِلْمِ اسی طرح لکھا ہے اَلْجَهَالَةُ ضِدُّ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ یعنی جہالت علم کا ضد ہے اور جہالت کے معنے عدم علم اور عدم معرفت کے ہیں اس جگہ عدم علم کے معنے نہیں کیونکہ جسے علم نہ ہو اُسے سزا نہیں ملتی بلکہ عدم معرفت کے ہیں یعنی علم تو حکم کا ہو لیکن تقویٰ میں کمزوری کی وجہ سے یہ شخص وقت پر اپنے نفس کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ ایسا شخص سزا کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ علم کے بعد تقویٰ کے حصول کی کوشش نہ کرنا ایک دانستہ گناہ ہے۔

درحقیقت معرفت ہی ہے جو انسان کو گناہ سے بچاتی ہے۔ جو لوگ ظاہری علم کو کافی سمجھتے ہیں وہ آخر گناہ میں ملوث ہو کر رہتے ہیں۔ پس انسان کو معرفت اور خشیت الٰہی میں ترقی کرنے کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جہالت دو قسم کی ہوتی ہے ایک دائمی جس کا شکار عرفان سے بالکل محروم ہوتا ہے اور گناہ میں ہی اسے سب لذت ملتی ہے۔ دوسری وقتی۔ اس کا شکار ادنیٰ عارف بھی ہو جاتا ہے کیونکہ بعض وقت اس کے عرفان کا درجہ کم ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ نفسانی جذبات کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَیَصِیْرُ عَلٰی رَاْسِهٖ کَالظُّلَّةِ الخ یعنی جب زانی زنا کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت اسکے قلب کی حالت مومنانہ نہیں ہوتی اور اسکا ایمان اسکے دل سے نکل کر اسکے سر پر چھاتے کی طرح منڈلاتا رہتا ہے۔ (ترمذی ابواب الایمان)

وَ اَصْلَحُوْا۔ اپنی اصلاح کر لیں یا دوسروں کی اصلاح کریں دونوں ہی معنے ہو سکتے ہیں۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ کے بعد انسان کو صرف قلبی توبہ ہی نہیں کرنی چاہئے بلکہ جن وجوہ سے وہ گناہ سرزد ہوا تھا ان کو بھی دور کرنا چاہئے۔ تا کہ آئندہ گناہ سرزد نہ ہو سکے۔ اور ''دوسروں کی اصلاح کریں'' سے اس طرف اشارہ ہے کہ اپنے گناہ کے کفارہ کے طور پر انہیں دوسرے لوگوں کی اصلاح کرنی چاہئے تا کہ ان کے ثواب میں جن کو وہ ہدایت کی طرف لائے ہوں شامل ہو جائیں اور سابق گناہ کی وجہ سے جو اعمال میں کمی ہو جائے پوری ہو جائے۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 267، مطبوعہ قادیان 2010ء)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

مدینہ کا ابتدائی قیام اور حکومت اسلامی کی تاسیس

مدینہ کے حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی ہجرت کا بیان کتاب کے حصہ اوّل میں گزر چکا ہے۔ اب ہجرت کے بعد سے آپؐ کی مدنی زندگی کا آغاز ہوتا ہے لیکن پیشتر اس کے کہ ہم آپؐ کی مدنی زندگی کا بیان شروع کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود مدینہ اور اس کی آبادی کا مختصر حال بیان کر دیا جاوے، کیونکہ اسکے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے بعض حالات کا پوری طرح سمجھنا مشکل ہے۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل مدینہ کا شہر یثرب کے نام سے مشہور تھا لیکن آپؐ کی ہجرت کے بعد لوگ اسے مدینة الرسولؐ (یعنی خدا کے رسول کا شہر) کہہ کر پکارنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ اسکا نام صرف مدینہ مشہور ہوگیا۔ مدینہ عرب کے علاقہ حجاز کا قدیم شہر ہے جو مکہ سے شمال کی طرف دواڈھائی سومیل کے فاصلہ پر بحر احمر کے مشرقی ساحل سے قریباً پچاس میل مشرق کی طرف ہٹ کر واقع ہے۔ گویا مدینہ اس قدیم مگر صحرائی تجارتی راستے کے قرب میں آباد ہے جو مکہ سے شام کی طرف جاتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ مکہ اور شام کے درمیان آنے جانے والے تاجر بعض اوقات راستے سے کچھ ہٹ کر مدینہ میں بھی قیام کرتے جاتے تھے اور اس لئے مکہ اور مدینہ کے بہت سے لوگ آپس میں روشناس تھے اور بعض تو ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات بھی رکھتے تھے۔

جگہ کے لحاظ سے مدینہ کو ایک وادی کہنا چاہئے جو چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی اور انہی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی اُحد تھی جہاں بعد میں مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان ایک نہایت خطرناک جنگ وقوع میں آئی۔ عرب کے دوسرے مقامات کے مقابلہ میں مدینہ میں بارش عموماً خاصی ہوجاتی ہے اور زمین بھی ویسی ریتلی اور ناقص نہیں جو عموماً عرب کے دوسرے حصوں میں پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے باشندے قدیم زمانہ سے عموماً زراعت پیشہ رہے ہیں۔ مدینہ میں گرمی شدت کی پڑتی ہے اور سرما میں سردی بھی بہت تیز ہوتی ہے اور جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں مدینہ میں ملیریا وغیرہ کی وبا بھی بہت پڑتی تھی اور لوگ بخار سے سخت تکلیف اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ جب شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب مدینہ میں ہجرت کرکے آئے تو بوجہ آب وہوا کی تبدیلی کے انہوں نے بہت تکلیف اُٹھائی اور بہت سے مسلمان بخار میں مبتلا ہوگئے اور ان کی صحتوں کو بہت نقصان پہنچا۔ چنانچہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا مروی ہے جو آپؐ نے مسلمانوں کی اس تکلیف کو دیکھ کر خدا کے حضور کی اور جس کے نتیجہ میں خدا نے مسلمانوں کو اس تکلیف سے نجات دی اور مدینہ کی فضا ایک بڑی حد تک وبائی جراثیم سے پاک ہوگئی۔

اس زمانہ میں مدینہ کی آبادی اکٹھی نہیں تھی بلکہ کسی قدر پھیلی ہوئی تھی اور ہر قوم الگ الگ حصوں میں آباد تھی اور خود حفاظتی کیلئے سب نے اپنے اپنے واسطے چھوٹے چھوٹے قلعے سے بنا رکھے تھے۔ پُرانی روایات سے پتہ لگتا ہے کہ یثرب میں سب سے پہلے آباد ہونے والے لوگ عمالیق قوم کے آدمی تھے جنہوں نے وہاں کھجوروں کے باغات لگائے اور چھوٹے چھوٹے قلعے تیار کئے۔ ان کے بعد یہودی لوگ آباد ہوئے۔ ان یہود کے متعلق روایات میں اختلاف ہے کہ وہ نسلاً عرب تھے یا کہ باہر سے آئے تھے۔ مگر عام مؤرخین کی رائے یہی ہے کہ وہ زیادہ تر بنی اسرائیل تھے جو اپنے وطن سے نکل کر عرب میں آکر آباد ہوگئے تھے اور پھر بعد میں آہستہ آہستہ عرب کے بعض اصلی باشندے بھی ان کا مذہب اختیار کرکے ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ بہرحال عمالیق کے بعد مدینہ میں یہود آکر آباد ہوئے اور انہوں نے آہستہ آہستہ عمالیق کو نیست ونابود یا جلاوطن کرکے ان کی جگہ خود لے لی۔ یہ یہود تین بڑے قبائل میں منقسم تھے یعنی بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ۔ یہ تینوں قبائل شروع میں عموماً بہت اتفاق اور اتحاد کے ساتھ رہتے تھے۔ ان یہود نے بھی اس زمانہ کے دستور کے مطابق اپنی رہائش کیلئے چھوٹے چھوٹے قلعے تیار کئے جو ایک دوسرے سے ملحق نہ تھے بلکہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مدینہ کے آس پاس پھیلے ہوئے تھے۔ یہود کا پیشہ عموماً تجارت تھا مگر ان میں سے بعض زراعت کا شغل بھی رکھتے تھے۔ بنوقینقاع زیادہ تر صناعی کا کام کرتے تھے۔ یہود چونکہ اپنے اردگرد کے لوگوں کی نسبت زیادہ مہذب ومتمدن تھے اور تعلیم میں بھی آگے تھے، اس لئے انہوں نے مدینہ کے گردونواح میں اپنا اثر پیدا کرنا شروع کیا اور جلد ہی بہت اقتدار حاصل کرلیا۔ وہ اسی اقتدار کی حالت میں تھے کہ یمن کی طرف سے بنوقحطان کے دو قبیلے جو اوس اور خزرج کے نام سے پکارے جاتے تھے مدینہ میں آکر آباد ہوئے۔ یہ قبائل ایک شخص حارثہ بن ثعلبہ کے دو بیٹوں اوس اور خزرج کی اولاد تھے اور آپس میں بہت اتفاق ومحبت کے ساتھ رہتے تھے۔ شروع شروع میں تو وہ یہود سے بالکل الگ تھلگ رہے لیکن آخر یہود کے زور اقتدار کی وجہ سے اُن کے حلیف بن گئے۔

اسکے بعد آہستہ آہستہ اوس وخزرج نے بھی پھیلنا اور زور پکڑنا شروع کیا اور کچھ کچھ یہود کی ہمسری کا دم بھرنے لگے، لیکن چونکہ یہودی لوگ زیادہ ہوشیار اور زیادہ متمدن اور زیادہ بااثر ہونے کے علاوہ تعلیم اور اُمور مذہبی میں بھی زیادہ دخل رکھتے تھے اور اوس وخزرج محض بت پرست اور عموماً جاہل تھے اس لئے اوس وخزرج پر یہود کا ایک گہرا اثر تھا حتی کہ جب کبھی کسی اوسی یا خزرجی شخص کے کوئی نرینہ اولاد نہ ہوتی تو وہ یہ منت مانتا تھا کہ اگر میرے گھر لڑکا پیدا ہوا تو میں اُسے یہودی بناؤں گا۔ چنانچہ اسی طرح کئی لوگ یہودی بن گئے اور ان کا زور دن بدن بڑھتا گیا حتٰی کہ یہودیوں نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اوس وخزرج پر طرح طرح کے مظالم شروع کردئے جس کے نتیجہ میں یہود اور اوس وخزرج کے تعلقات بہت خراب ہوگئے اور بالآخر مؤخر الذکر قبائل نے تنگ آکر ریاست غسان کے فرمانروا کی امداد سے یہود کے تمام سر برآوردہ لوگوں کو ہوشیاری سے قتل کروادیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یہود کا زور ٹوٹ گیا اور اوس وخزرج شہر میں طاقت پکڑ گئے، لیکن یہود کے کمزور ہوجانے کا آہستہ آہستہ یہ اثر بھی ظاہر ہونے لگا کہ اوس وخزرج جو اس وقت تک یہود کے مقابلہ کی وجہ سے آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ رہتے تھے اب آپس میں لڑنے اور جھگڑنے لگ گئے اور بالآخر یہ خانہ جنگیاں ایسی وسیع اور خطرناک صورت پکڑ گئیں کہ دونوں قومیں آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ سے کٹ کٹ کر بہت کمزور ہوگئیں اور یہود کو جو غالباً اس خانہ جنگی کی آگ کو بھڑکانے والے تھے پھر طاقت پکڑ جانے کا موقع مل گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اوس وخزرج نے پھر یہودی قبائل کی امداد کا سہارا ڈھونڈا اور ایک دوسرے کے خلاف ان کی مدد چاہی۔ چنانچہ بنوقینقاع قبیلہ خزرج کے حلیف بن گئے اور بنونضیر اور بنوقریظہ قبیلہ اوس کے، اور اس طرح سارا شہر ایک خطرناک خانہ جنگی کی آگ سے شعلہ بار ہوگیا۔

اہل یثرب اسی خانہ جنگی کی حالت میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے حکم پا کر مکہ میں نبوت کا دعوٰی کیا۔ چنانچہ اوس وخزرج کے درمیان آخری جنگ جو تاریخ عرب میں جنگ بعاث کے نام سے مشہور ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت میں ہی ہوئی تھی جب کہ آپؐ مکہ میں مقیم تھے۔ اس لڑائی میں اس قدر خونریزی ہوئی اور فریقین کے اتنے آدمی مارے گئے کہ اوس اور خزرج ناچار آپس میں صلح کرنے پر مجبور ہوگئے۔ چنانچہ دونوں قبیلوں نے آپس میں مشورہ کرکے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ چند شرائط کے ماتحت عبداللہ بن ابی بن سلول کو جو قبیلہ خزرج کا ایک نامور اور ہوشیار رئیس تھا اپنا متحدہ سردار تسلیم کرلیا جاوے اور عبداللہ کی باقاعدہ تاجپوشی کی تیاری ہونے لگی۔ مگر عبداللہ کا سر ہنوز قبائل اوس وخزرج کی سرداری کے تاج سے مزین نہ ہونے پایا تھا کہ اسلام کی آواز مدینہ تک پہنچ گئی اور حالات نے ایک نیا رُخ اختیار کرلیا۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن ابیّ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کو ایک ایسے رقیب کی آمد سمجھا جس نے اس سے اوس اور خزرج کی سرداری کا مجوزہ تاج چھین لیا۔ چنانچہ اسکے دل میں حسد وعداوت کی آگ سلگنے لگ گئی اور چونکہ وہ اتنی جرأت نہیں رکھتا تھا کہ اپنے قبیلہ والوں کے خلاف ہوکر کھلم کھلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کھڑا ہوسکے اس لئے اُس نے برملا طور پر مخالفت کرنے کی بجائے خفیہ عداوت اور ریشہ دوانی کا طریق شروع کردیا اور جنگ بدر کے بعد اس نے بظاہر اسلام بھی قبول کرلیا، مگر اس کے دل کا یہ مرض کم نہ ہوا اور آخر اسی حالت میں اس نے جان دی۔ (باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ، صفحہ 261 تا 264، مطبوعہ قادیان 2011)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور جب وہ دس برس کے ہوں (اور نماز نہ پڑھیں) تو ان کو سزا دو اور ان کے بستر الگ رکھو۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ)

طالب دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہترین آدمی وہ ہے جو بہترین طریق پر قرض ادا کرتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب المساقات)

طالب دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (صوبہ مہاراشٹرا)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(777) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ اوائل میں جب مَیں قادیان جاتا تو اس کمرے میں ٹھہرتا تھا جو مسجد مبارک سے ملحق ہے اور جس میں سے ہو کر حضرت صاحب مسجد میں تشریف لے جاتے تھے ایک دفعہ ایک مولوی جو ذی علم شخص تھا قادیان آیا۔ بارہ نمبردار اس کے ساتھ تھے۔ وہ مناظرہ وغیرہ نہیں کرتا تھا بلکہ صرف حالات کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو تنہائی میں وہ میرے پاس اس کمرہ میں آیا۔ اور کہا کہ ایک بات مجھے بتائیں کہ مرزا صاحب کی عربی تصانیف ایسی ہیں کہ ان جیسی کوئی فصیح بلیغ عبارت نہیں لکھ سکتا۔ ضرور مرزا صاحب کچھ علماء سے مدد لے کر لکھتے ہونگے اور وہ وقت رات کا ہی ہوسکتا ہے تو کیا رات کو کچھ آدمی ایسے آپ کے پاس رہتے ہیں جو اس کام میں مدد دیتے ہوں۔ مَیں نے کہا مولوی محمد چراغ اور مولوی معین الدین ضرور آپ کے پاس رات کو رہتے ہیں۔ یہ علماء رات کو ضرور امداد کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کو میری یہ آواز پہنچ گئی اور حضور اندر بہت ہنسے۔ حتی کہ مجھ تک آپ کی ہنسی کی آواز آئی۔ اسکے بعد مولوی مذکور اُٹھ کر چلا گیا۔ اگلے روز جب مسجد میں بعد عصر حسب معمول حضور بیٹھے تو وہ مولوی بھی موجود تھا۔ حضور میری طرف دیکھ کر خود بخود ہی مسکرائے اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ ''اُن علماء کو اِنہیں دکھلا بھی تو دو'' اور پھر ہنسنے لگے۔ اس وقت مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی رات کا واقعہ حضور نے سُنایا اور وہ بھی ہنسنے لگے۔ میں نے چراغ اور معین الدین کو بلا کر مولوی صاحب کے سامنے کھڑا کر دیا۔ چراغ ایک بافندہ اَن پڑھ حضرت صاحب کا نوکر تھا اور معین الدین صاحب ان پڑھ نابینا تھے جو حضرت صاحب کے پیر دبایا کرتے تھے۔ وہ شخص ان دونوں کو دیکھ کر چلا گیا اور ایک بڑے تھال میں شیرینی لے کر آیا اور حضور سے عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمالیں۔ اب کوئی شک وشبہ میرے دل میں نہیں رہا اور اسکے بارہ ساتھی بھی اسکے ساتھ ہی بیعت ہو گئے۔ حضرت صاحب نے بیعت اور دعا کے بعد ان مولوی صاحب کو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ مٹھائی منشی صاحب کے آگے رکھدو کیونکہ وہی آپ کی ہدایت کا باعث ہوئے ہیں۔

(778) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیر منظور محمد صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا لاہور میں غالباً وفات سے ایک دن پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ آج مجھے دست زیادہ آگئے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے تین قطرے کلوروڈین کے پی لئے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر رہتی تھی۔ مگر آخری مرض میں جہاں تک مجھے یاد ہے صرف وفات والے دن سے قبل کی رات اسہال لگے تھے۔ مگر ممکن ہے کہ ایک دو روز پہلے بھی معمولی شکایت پیدا ہو کر پھر دب گئی ہو۔

(779) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھ سے پیر منظور محمد صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دن میری مرحومہ اہلیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر سے آئیں اور کہنے لگیں کہ آج حضرت صاحب نے میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) کو بلا کر فرمایا ''جو تم میرے بیٹے ہو گے تو ناول نہیں پڑھو گے۔''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یہ واقعہ یاد نہیں۔ مگر اس روایت سے مجھے ایک خاص سرور حاصل ہوا ہے کیونکہ مَیں بچپن سے محسوس کرتا آیا ہوں کہ مجھے ناول خوانی کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوئی۔ نہ بچپن میں نہ جوانی میں اور نہ اب بلکہ ہمیشہ اسکی طرف سے بے رغبتی رہی ہے حالانکہ نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت صاحب نے کسی کو ناول پڑھتے دیکھا ہوگا یا کسی اور وجہ سے اِدھر توجہ ہوئی ہوگی جس پر بطریق انتباہ مجھے یہ نصیحت فرمائی اور الحمدللہ مَیں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا۔

(781) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً 1897ء یا 1898ء کا واقعہ ہے کہ کہیں سے ایک بہت بڑا لوہے چینی کا پیالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا جس کی بڑائی کی وجہ سے معلوم نہیں اہل بیت نے یا خود حضرت صاحب نے اسکا نام **کاسۃ المسیح** رکھ دیا اور اسی نام سے وہ مدتوں مشہور رہا۔ ان دنوں حضرت صاحب کو کچھ پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف جو ہوئی تو آپ نے ایک نسخہ جس میں مُنڈی بُوٹی، مہندی، عناب، شاہترہ، چرائتہ اور بہت سی اور مصفّی خون ادویات تھیں اپنے لئے تجویز کیا۔ یہ ادویہ اس ''**کاسۃ المسیح**'' میں شام کو بھگوئی جاتیں اور صبح مَل کر اور چھان کر آپ اسکے چند گھونٹ پی لیتے اور دوسروں سے بھی کہتے کہ پیو یہ بہت مفید ہے۔ یہ خاکسار اکثر اس کو اپنی ہاتھ سے تیار کرتا تھا اس لئے تھوڑا سا پی بھی لیتا تھا مگر اس میں بدمزگی، ہیک اور تلخی کمال درجہ کی تھی۔ اکثر لوگ تو پینے سے ہی جی چراتے اور جو ایک دفعہ پی لیتے وہ پھر پاس نہ پھٹکتے تھے۔ مگر حضور خود اس کو مدّت تک پیتے رہے بلکہ جسے کوئی تکلیف اس قسم کی سنتے اسے اس میں سے حصہ دیتے۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے یہ خیال کرکے کہ یہ ایک بہت عمدہ دوا ہوگی، اسے پینے کی خواہش ظاہر کی، جس پر حضرت صاحب نے ان کو چند گھونٹ بھجوا دیئے۔ مگر اس کو چکھ کر مولوی صاحب مرحوم کی حالت بدل گئی اور انہوں نے اپنی فصیح وبلیغ زبان میں اسکی وہ تعریف کی کہ سننے والے ہنس ہنس کر لوٹ گئے۔ مگر حضور علیہ السلام کی طبیعت ایسی تھی کہ کیسی ہی بدمزہ، تلخ اور ناگوار دوا ہو، آپ کبھی اسکے استعمال سے ہچکچاتے نہ تھے اور بلا تامّل پی لیتے تھے۔

(782) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ عمامہ کا شملہ لمبا چھوڑتے تھے یعنی اتنا لمبا کہ سُرین کے نیچے تک پہنچتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب موصوف کی روایت بہت پختہ ہوتی ہے۔ مگر جہاں تک مجھے یاد ہے آپ کا شملہ بے شک کسی قدر لمبا تو ہوتا تھا مگر اتنا لمبا نہیں ہوتا تھا کہ سُرین سے نیچے تک جا پہنچے۔ **واللہ اعلم۔**

(783) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حسن ظنی کی تاکید میں ایک حکایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر سُنایا کرتے تھے اور وہ حکایت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک دفعہ تکبّر سے توبہ کی اور عہد کیا کہ مَیں آئندہ اپنے تئیں سب سے ادنیٰ سمجھا کرونگا۔ ایک دفعہ وہ سفر پر گیا اور ایک دریا کے کنارے پہنچ کر کشتی کی انتظار کرنے لگا۔ اس وقت اس نے کچھ فاصلہ پر دیکھا کہ ایک آدمی اور ایک عورت بیٹھے ہیں اور غالباً وہ بھی کشتی کا انتظار کررہے ہیں۔ ان کے پاس ایک بوتل ہے۔ کبھی اس میں سے ایک گھونٹ وہ مرد پی لیتا ہے اور کبھی عورت پیتی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے دل میں کہا کہ یہ دونوں کس قدر بے حیا ہیں کہ دریا کے گھاٹ پر لوگوں کے سامنے بے حجاب بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔ ان سے تو مَیں بہرحال اچھا ہوں۔ اتنے میں دریا کے پار کی طرف سے کشتی کنارے کے قریب آئی اور لہر کے صدمہ سے الٹ گئی۔ اس میں چھ آدمی تھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر وہ عورت کا ساتھی اُٹھا اور دریا میں کود پڑا۔ اور ایک ایک کرکے پانچ آدمیوں کو نکال لایا۔ پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اب آپ بھی اس چھٹے آدمی کو نکالیں یا دور دور بیٹھے دوسروں پر ہی بدظنی کرنا جانتے ہیں۔ سنئے یہ عورت میری والدہ ہے اور اس بوتل میں پینے کا پانی ہے جو ہم نے سفر میں محفوظ کر رکھا ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور بدظنی سے توبہ کی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کوئی بزرگ ہوگا جسے کشفی صورت میں اس شخص کے اندرونہ کا علم ہوگیا ہوگا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصہ محض نصیحت اور عبرت کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

(784) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے خدا پر نیک ظن رکھے۔ تمام غلط عقائد کی جڑ اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ (حٰمٓ السجدہ:24) یعنی اے کافرو! تم نے جو بدظنی خدا پر کی اسی نے تم کو ہلاک کیا۔ اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ جس طرح میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے مَیں اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتا ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث نہایت وسیع المعانی اور لطیف المعانی ہے مگر افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

(785) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض اوقات ہمارے اپنے دو آدمی ہمارے پاس آتے ہیں اور ان کا آپس میں جھگڑا یا مقدمہ ہوتا ہے اور دونوں نذر دیتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ مقدمہ ان کے حق میں فتح ہو۔ ہم دونوں کی نذر قبول کر لیتے ہیں اور خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ان میں سے جو سچا ہو اور جس کا حق ہو اُسے فتح دے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیر کا مرید کی نذر ردّ کرنا مرید کیلئے موت سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے سوائے اسکے کہ کسی پر کوئی خاص ناراضگی ہو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام سب کی نذر قبول فرما لیتے تھے اور سب کیلئے دعا کرتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے رنگ میں دعا فائدہ پہنچاتی تھی۔ کسی کو فتح کے رنگ میں اور کسی کو اور رنگ میں۔

(786) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں مَیں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں اور حضرت صاحب نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں سوتے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجّو۔ منشیانی اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی رسول بی بی صاحبہ میری رضاعی ماں ہیں اور حافظ حامد علی صاحب مرحوم کی بیوہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم تھے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب ان کے داماد ہیں۔

(787) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب مَیں قادیان میں تھا اور اُوپر سے رمضان شریف آگیا، تو مَیں نے گھر آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا نہیں سارا رمضان یہیں رہیں۔ مَیں نے عرض کی حضور ایک شرط ہے کہ حضور کے سامنے کا جو کھانا ہو وہ میرے لئے آجایا کرے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں وقت حضور برابر اپنے سامنے کا کھانا مجھے بھجواتے رہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی یہ خبر ہوگئی اور وہ مجھ سے چھین لیتے تھے۔ یہ کھانا بہت سا ہوتا تھا کیونکہ حضور بہت کم کھاتے تھے اور بیشتر حصہ سامنے سے اسی طرح اٹھ کر آجاتا تھا۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، حصہ سوم، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

نماز پڑھو، نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے......

اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کرلو تا تم پر رحم کیا جائے۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 549)

طالب دعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ اروَل (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

نماز کیا چیز ہے وہ دُعا ہے

جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 68)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

جب بچے 14 یا 15 سال کی عمر میں پہنچتے ہیں تو عموماً ان کی ترجیحات بدلنے لگتی ہیں

اور مذہبی اور جماعتی سرگرمیوں میں سستی دکھانے لگتے ہیں ان کی دلچسپی دیگر امور میں بڑھنے لگتی ہے

یہ بہت حساس وقت ہوتا ہے اور ایسی عمر ہوتی ہے جہاں آپ کو انہیں اپنے قریب رکھنا چاہئے، انہیں دین کے ساتھ جوڑ کر رکھیں اور جماعتی سرگرمیوں میں مشغول رکھیں

نیشنل عاملہ و لوکل قائدین کی مجلس خدام الاحمدیہ ماریشس کی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ آن لائن ملاقات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 27/ فروری 2021ء کو اراکین نیشنل عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ ماریشس نیز لوکل قائدین مجالس کو آن لائن ملاقات کے شرف سے نوازا۔ حضور انور اس ملاقات کیلئے اپنے دفتر اسلام آباد (ٹلفورڈ) سے رونق افروز ہوئے جبکہ ممبران عاملہ نے دارالسلام مسجد Rose Hill (ہیڈکوارٹرز احمدیہ مسلم جماعت ماریشس) سے آن لائن شرکت کی۔ 60 منٹ پر محیط اس ملاقات کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جس کے بعد جملہ اراکین عاملہ کو اپنے شعبہ جات کی رپورٹس پیش کر کے آئندہ کی مجوزہ پلاننگ بیان کرنے کا موقع ملا۔

مہتمم تربیت سے مخاطب ہو کر حضور انور نے نوجوانوں کو بنیادی اسلامی شعار کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ نوجوانوں کو نماز کی اہمیت کے بارے میں بتائیں۔ پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ انہیں ان کی اہمیت قرآنی آیات، احادیث اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ جات سے بتائیں۔ نیز خلفائے احمدیت نے خدام کو جو ہدایات اس حوالہ سے بیان فرمائی ہیں، وہ بھی شامل کریں۔ یوں صرف ایک عشرہ تربیت منا لینے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا، وہ (خدام) چند دن نماز پڑھیں گے اور پھر ویسے ہی ہو جائیں گے۔ ہر نوجوان کو ذاتی حیثیت میں نمازوں کی اہمیت کا ادراک ہونا چاہیے۔ اس حوالہ سے ممبران عاملہ کو اپنا نمونہ پیش کرنا چاہیے۔ جب تک آپ اپنا نمونہ پیش نہیں کریں گے لوگ آپ کی ہدایات پر عمل نہیں کریں گے۔

دورانِ ملاقات حضور انور نے مجلس اطفال الاحمدیہ کے معیار کبیر کے اطفال کی صحیح طریق پر تربیت کے حوالہ سے زور دیا۔ مہتمم اطفال سے مخاطب ہو کر حضور انور نے ان اطفال کے اخلاقی اور روحانی معیار کے بارے میں اپنی توقعات کا اظہار یوں فرمایا کہ ایسی عمر کے بچوں کیلئے آپ کو خاص پروگرامز ترتیب دینے چاہئیں، کیونکہ جب بچے اس عمر میں پہنچتے ہیں جو 14 یا 15 سال کی ہے تو عموماً ان کی ترجیحات بدلنے لگتی ہیں اور مذہبی اور جماعتی سرگرمیوں میں سستی دکھانے لگتے ہیں۔ ان کی دلچسپی دیگر امور میں بڑھنے لگتی ہے۔ اس لئے یہ بہت اہمیت کا حامل اور حساس وقت ہوتا ہے اور اطفال کی عمر ایسی ہوتی ہے جہاں آپ کو انہیں اپنے قریب رکھنا چاہیے۔ ہمیشہ انہیں دین کے ساتھ جوڑ کر رکھیں اور جماعتی سرگرمیوں میں مشغول رکھیں، جس قدر آپ انہیں مصروف رکھ سکتے ہیں۔

پھر مہتمم صاحب مال سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ وہ ایسے خدام سے جو ابھی کما نہیں رہے کتنا چندہ لیتے ہیں۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ سٹوڈنٹ اور ایسے خدام جو ابھی کما نہیں رہے ان سے ماہانہ 75 روپے فی خادم کے حساب سے چندہ لیتے ہیں۔ اس پر حضور انور نے وہاں کی کرنسی کے مطابق ایک برگر اور بوتل کے ٹن کی قیمت دریافت فرمائی جس پر انہوں نے بتایا کہ برگر 150 روپے کا اور بوتل کا ٹن 25 روپے کا ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ پھر 75 روپے ماہانہ ٹھیک ہے۔ پھر حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ ایسے خدام جو کچھ بھی نہیں کما رہے اور انہیں جیب خرچ بھی زیادہ نہیں ملتا۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

ملاقات کے اختتام پر ایک مرتبہ پھر اطفال کے حوالہ سے ایک ممبر نے سوال کیا جس پر حضور انور نے فرمایا کہ جہاں تک اطفال کا تعلق ہے تو میں نے مہتمم صاحب اطفال کو اس حوالہ سے تفصیل سے بتا دیا ہے کہ 14 سے 15 سال کی عمر میں انہیں خاص توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک نہایت حساس عمر ہے اور جب وہ خدام الاحمدیہ میں داخل ہوتے ہیں تو وہ خود کو بہت بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ اسی لیے 12 سے 13 سال کی عمر میں وہ اطفال اور خدام کے پروگرامز میں بھرپور دلچسپی لیتے ہیں مگر 14 سال کی عمر کو پہنچتے ہی وہ اپنے آپ کو جماعتی پروگراموں سے دور کرنے لگتے ہیں۔ اور 15 سال کی عمر کو پہنچتے ہی وہ خود کو کافی بڑا سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ اب اپنے فیصلے خود کر سکتے ہیں۔ پھر خدام الاحمدیہ میں آتے ہی وہ خود کو بہت بڑا سمجھنے لگتے ہیں اور 18 سال کے ہوتے ہی وہ خود کو مکمل طور بالغ سمجھتے ہیں اور قانون بھی انہیں اجازت دیتا ہے کہ جو چاہیں کریں۔ اس عمر میں آپ کو ان کے لیے خاص پروگرامز ترتیب دینے ہوں گے اور انہیں جماعت سے منسلک کرنے اور رکھنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ان کی دلچسپی کے پروگرامز بنانے پڑیں گے۔ انہیں خدام الاحمدیہ کی سرگرمیوں میں شامل رکھنے کے لیے مختلف راستے اور ذرائع تلاش کرنے ہوں گے۔ ان سے پوچھیں کہ وہ کس قسم کی سرگرمیوں کو پسند کرتے ہیں اور اس کے مطابق اطفال الاحمدیہ اور خدام کے پروگرامز ترتیب دیں۔ محض رسمی قسم کے پروگرامز کی پیروی نہ کریں بلکہ نئے نئے پروگرام تلاش کریں۔ اطفال اور خدام کو ایک سوالنامہ دیں کہ ہم اپنی سرگرمیوں کو کس طرح بہتر کر سکتے ہیں۔ پھر اگر ان کی تجاویز جماعتی وسائل اور روایات کے اندر رہتے ہوئے قابل عمل ہوں تو پھر ان کے مطابق آپ اپنے پروگرام بنا سکتے ہیں۔ اس طرح آپ خدام اور اطفال کی ایک بڑی تعداد کو جماعتی سرگرمیوں میں شامل کر سکتے ہیں۔ جس قدر خدام اور اطفال کو آپ جماعتی سرگرمیوں میں شامل کریں گے اتنا ہی آپ جماعت کے لیے مفید اثاثہ تیار کر رہے ہوں گے۔ اس طرح ان کو بھی خیال آئے گا کہ ضرور ان کی بھی کچھ اہمیت ہے جس کی وجہ سے ان سے پوچھا گیا ہے کہ وہ کون سی سرگرمیاں پسند کرتے ہیں۔ یوں 14 سے 15 سال کے اطفال سے بھی پوچھیں اور پھر جب وہ 16، 17 اور 18 سال کی عمر میں پہنچیں تو دوبارہ ان سے ان کی پسند کی سرگرمیوں کے بارے میں پوچھیں۔ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ خدام ضرور کسی نہ کسی کھیل میں مشغول ہوں، صرف گلیوں میں ہی نہ پھرتے رہیں اور محض indoor اور انٹرنیٹ کی کھیلیں ہی نہ کھیلتے رہیں۔ ان کو کچھ ورزشی کھیلوں میں حصہ لینا چاہیے، باہر نکلنا چاہیے اور گراؤنڈز میں جانے کا وقت مختص کرنا چاہیے جس میں وہ فٹ بال یا رگبی یا کرکٹ یا بیڈمنٹن یا ٹیبل ٹینس یا جو بھی وہ پسند کریں، کھیلیں۔ صرف ٹی وی اور ویڈیو گیمز پر ہی اپنا وقت نہ ضائع کرتے رہیں۔

ایک عاملہ ممبر نے سوال کیا کہ حضور اطفال اور خدام کی حاضری نماز جمعہ پر بہت کم ہوتی ہے جس کی وجہ سکول جانا ہے۔

اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ یہ مسئلہ تو ہر جگہ ہے، جب وہ سکول میں ہوں گے تو جمعہ نہیں پڑھ سکیں گے۔ لیکن چھٹیوں کے دوران انہیں جمعہ ادا کرنا چاہیے۔ یہ کیونکہ ایک حقیقی مسئلہ ہے اس لیے کوشش کریں کہ اگر کچھ اطفال یا خدام سکول میں اکٹھے جمعہ پڑھ سکتے ہیں تو پڑھ لیں۔ اگر اس کی اجازت ہے۔ یا سکول میں رابطہ کر کے پوچھیں کہ اگر وہ ان اطفال یا خدام کو کچھ فارغ وقت دے سکتے ہیں یا بریک دے سکتے ہیں تا کہ وہ اپنی قریبی مسجد میں آ کر جمعہ ادا کر لیں۔ حالات کا جائزہ لے کر دیکھ لیں کہ آپ ان کے لیے کیا انتظام کر سکتے ہیں سکول سے جانے اور واپس چھوڑنے کا۔ یا اگر سکول کی انتظامیہ اس بات پر رضامند ہو جائے کہ انہیں 12 بجے کے بعد سکول سے چھٹی دے دی جائے تا کہ وہ جمعہ ادا کر لیں۔ یہ والدین کا بھی فرض ہے کہ اگر سکول کی انتظامیہ رضامند ہو جاتی ہے کہ وہ جمعہ کے دن آدھی چھٹی کر دیں گے تو والدین بچوں کو سکول سے لانے اور بروقت جمعہ کی ادائیگی کا انتظام کریں۔ سب سے پہلے سکول کی انتظامیہ سے بات کریں اور لازماً ساتھ ہی والدین کو بھی اس میں شامل کریں۔ سکول کی انتظامیہ آپ سے پوچھ سکتی ہے کہ آپ کون ہوتے ہیں جمعہ کے دن آدھی چھٹی یا بریک کی بات کرنے والے جب تک والدین آپ کے ساتھ نہ کھڑے ہوں۔ اس لیے جماعت کے سیکرٹری تربیت، لجنہ کی سیکرٹری تربیت، مہتمم تربیت اور مہتمم اطفال کے ساتھ مل کر ایک مکمل پروگرام بنائیں کہ ہم اس مسئلہ کو کیسے حل کر سکتے ہیں۔ اگر سکول کی انتظامیہ آپ کے ساتھ تعاون کرے اور بریک دینے پر رضامند ہو جائے تو بہت اچھی بات ہے۔ بصورت دیگر اس کا کچھ نہیں کیا جا سکتا اور آپ کو کم از کم اطفال کو چھٹیوں میں جمعہ کی ادائیگی کی طرف بھرپور توجہ دلانی چاہیے کہ ہر طفل ضرور جمعہ ادا کرے۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 5/ اکتوبر 2021)

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ

(سورۃ البقرۃ: 22)

ترجمہ: اَے لوگو! تم عبادت کرو اپنے ربّ کی جس نے تمہیں پیدا کیا

DAR FRUIT CO. KULGAM

B.O AHMED FRUITS

Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)

Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

ارشاد باری تعالیٰ

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (سورۃ البقرہ: 58)

ترجمہ: جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

حقیقی امن اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک ایک بالا ہستی کو تسلیم نہ کیا جائے......

یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ امن دینے والا ہے صرف اسلام نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیش کیا ہے

’’اے یورپ! تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا! تُو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو!
کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا، میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔‘‘ (حضرت اقدس مسیح موعودؑ)

ایسے میں اگر کوئی امید کی کرن ہے، امن کی ضمانت ہے تو ایک ہی وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے امن و سلامتی کی تعلیم کے ساتھ دنیا میں بھیجا تھا، جو شہنشاہِ امن ہے
جو اللہ تعالیٰ کو سب انسانوں سے زیادہ پیارا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی آخری کامل اور مکمل شریعت اُتری، جس کی تعلیم پیار و محبت کی تعلیم ہے

حقیقی امن تبھی ہوگا جو ذاتی، خاندانی، نسلی، قومی، ملکی ترجیحات سے بالا ہو کر قائم کرنے کی کوشش کی جائے
ایک مرکزی محور کے حصول کیلئے کی جائے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب انسان اس بات کو سمجھ لے اور اسکا فہم و ادراک پیدا کرلے کہ
میرے اوپر ایک بالا ہستی ہے جو میرے لیے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ تمام دنیا کیلئے امن چاہتی ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور، جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قرآن کریم جو روشن کتاب اور تمام علوم و معارف کا سرچشمہ اور نور و ہدایت ہے اور سلامتی کا پیغام ہے، کو بھیج کر
انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے، اگر انسان اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور اپنے تباہ کرنے والے خود غرضانہ مفادات کا ہی اسیر رہے تو اس سے بڑی بدقسمتی اَور کیا ہو سکتی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ساتھ جڑنا بھی ضروری ہے، تبھی علم و معرفت کا صحیح ادراک ہو سکتا ہے

آج یہ کام مسیح موعود کی جماعت کے سپرد کیا گیا ہے، اگر ہم نے بھی گھریلو سطح سے لے کر
بین الاقوامی سطح تک اسکے مطابق اپنا کردار ادا نہ کیا تو ہمارے امن و سلامتی میں رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے

ہمارے مخالفین جو بھی چاہیں سوچیں اور کریں، ہمارا کام ہے کہ اگر ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو اپنائیں اور دنیا میں پھیلائیں

دنیا کو بتائیں کہ آج دنیا کی امن و سلامتی کا یہی واحد حل ہے، پس آؤ اور امن و سلامتی کی تعلیم دینے والے اس عظیم وجود سے جڑ کر دنیا و آخرت میں اپنی سلامتی کے سامان کر لو

امن اس وقت تک قائم ہو ہی نہیں سکتا جب تک لوگوں کے اندر حقیقی مواخات پیدا نہ ہو اور حقیقی مواخات ایک خدا کو مانے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کامل شریعت میں بیان فرمودہ تعلیمات کی روشنی میں حقیقی اور پائیدار امنِ عالم کے قیام کی بابت بصیرت افروز بیان

افرادِ جماعت کو اپنا کردار اسلامی تعلیمات کے مطابق کرتے ہوئے دنیا کیلئے عمدہ نمونے قائم کرنے کی تلقین

جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی 2022ء کے اختتامی اجلاس سے
سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا معرکہ آرا، بصیرت افروز اور دل نشیں خطاب

(فرمودہ مورخہ 21/اگست 2022ء بروز اتوار بمقام ایوانِ مسرور، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یو.کے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

جماعت احمدیہ جرمنی کو اپنا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور گزشتہ سال کی نسبت وسیع انتظامات کے ساتھ آپ یہ جلسہ منعقد کر رہے ہیں۔ پہلے covid کی وبا نے دنیا کو پریشان کیا اور ابھی وہ وبا کی پریشانی ختم نہیں ہوئی تو اب دنیا میں جنگوں کی صورتحال نے دنیا کو ایک انتہائی خطرناک موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ بھی اس متوقع تباہی سے محفوظ نظر نہیں آتا اور جب تک واحد و یگانہ خدا کی طرف رجوع نہیں کریں گے تباہی سے بچ بھی نہیں سکتے۔

پہلے تو یورپ اور مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک اس زعم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جنگوں کی صورتحال، فساد کی صورتحال، علاقوں اور ملکوں کی تباہی کے حالات جہاں پیدا ہوئے ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں وہ ہم سے ہزاروں میل دُور ہیں اور ہم محفوظ ہیں۔ حالات خراب ہیں، بم پڑ رہے ہیں، لوگ مر رہے ہیں، عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں، بچے یتیم ہو رہے ہیں، لوگ اپاہج ہو رہے ہیں تو وہ ایشیا میں اور مشرق وسطیٰ میں اور غریب ممالک میں ہو رہے ہیں، ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ ترقی یافتہ ملک ان ملکوں کو اسلحہ فراہم کرتے رہے کہ ہمارا اسلحہ بکتا رہے۔ یہ مرتے ہیں تو مریں، کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن بھول گئے کہ یہ حالات ان پر بھی آ سکتے ہیں اور اپنی ترقی کے زعم میں ان کی عقلیں ماری گئیں اور آنکھیں اندھی ہو گئیں اور پھر اب سب دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہی ہوا جس کا خطرہ تھا اور یورپ میں بھی جنگی حالات پیدا ہو گئے ہیں۔

یوکرائن کی وجہ سے روس اور نیٹو (NATO) کے ممالک آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ برتری کس نے آخر میں حاصل کرنی ہے یا دونوں کی طرف کتنا نقصان ہونا ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اس کے نتائج بہت خطرناک ہونے ہیں اور اگر اب بھی عقل سے کام نہ لیا تو ایک خوفناک تباہی اس کا انجام ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اب تائیوان کا معاملہ بھی کھڑا ہو گیا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ اب پوری دنیا خوفناک جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اس زمانے کے اللہ تعالیٰ کے فرستادے نے بڑے زور سے تنبیہ کی ہوئی ہے کہ

’’اے یورپ! تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا! تُو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

یہی وہ ارشاد ہے اور تنبیہ ہے اور warning ہے جس کی وجہ سے خلفائے احمدیت وقتاً فوقتاً توجہ دلاتے رہے۔ میں بھی ایک عرصہ سے اس طرف توجہ دلا رہا ہوں، یہ بتا رہا ہوں کہ اپنے پیدا کرنے والے واحد و یگانہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو تباہی یقینی ہے۔

عرصہ سے بتا رہا ہوں کہ بلاک بن رہے ہیں اور اس کا آخری نتیجہ ایک دوسرے کی تباہی پر منتج ہوگا، اس لیے ہوش کرو لیکن اکثر یہ لوگ یہ باتیں سنتے ہیں، سنتے تھے اور اب بھی سنتے ہیں اور کہہ دیتے تھے کہ حالات کچھ خراب ہیں۔ ٹھیک ہے کہ کچھ حد تک خراب ہیں لیکن ایسے بھی نہیں جیسے تم خوفناک اور مایوس کن حالات کا نقشہ کھینچ رہے ہو۔ مجھے بھی لوگوں نے کہا، ہمارے اپنے جماعت کے افراد کو بھی لوگوں نے کہا لیکن اب یہی لوگ جو اُن باتوں کو سطحی نظر سے دیکھتے تھے خود کہنے لگ گئے ہیں کہ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اگر یہی حالات رہے تو کسی وقت بھی خوفناک جنگ کی صورت ہو سکتی ہے۔

اب یہ باتیں ان کے تھنک ٹینک (think tank)

اور تجزیہ نگار عام کہنے لگ گئے ہیں لیکن اسکے باوجود پائیدار امن قائم کرنے کا حل ان کے پاس نہیں ہے اور یہ ہو بھی کیونکر سکتا ہے کہ امن کے منبع کی طرف ان کی نظر نہیں ہے۔ دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دین کو بھول چکے ہیں۔

جہاں امن کا حل ہے وہاں نہ یہ غیر مسلم حکومتیں آنا چاہتی ہیں اور نہ ہی بدقسمتی سے مسلمان حکومتیں آنا چاہتی ہیں۔

اب بعض جگہ تجزیہ نگار یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جنگوں کی صورت میں جو تباہی ہونی ہے وہ ایسی خوفناک ہوگی کہ ایک اندازے کے مطابق دورانِ جنگ اور اس کے بعد کے دو سالوں میں ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کی وجہ سے دنیا کی چھیاسٹھ فیصد آبادی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ ایسی تباہی و بربادی ہوگی جس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ ایک عام انسان تو اس کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ پس بہت خوفناک حالات ہیں۔

ایسے میں اگر کوئی امید کی کرن ہے، امن کی ضمانت ہے تو ایک ہی وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے امن و سلامتی کی تعلیم کے ساتھ دنیا میں بھیجا تھا، جو شہنشاہِ امن ہے، جو اللہ تعالیٰ کو سب انسانوں سے زیادہ پیارا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی آخری کامل اور مکمل شریعت اتری، جس کی تعلیم پیار و محبت کی تعلیم ہے، جس نے اپنے خدا تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے اور اپنے اوپر اتری ہوئی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے اور دنیا کو تباہی سے بچانے کی فکر اور اس کیلئے شدید درد محسوس کرنے کی وجہ سے اپنی زندگی ہلکان کر لی تھی۔ اس حد تک اپنی حالت کر لی تھی اور کرب سے تڑپ کر اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ (الشعراء: 4) کیا تُو اپنی جان کو اس لیے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔

پس یہ ہے وہ ذات جو دل میں انسانیت کیلئے درد رکھتی تھی کہ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کریں اور تباہی سے بچ جائیں۔ اپنی دنیا بھی بچا لیں اور اپنی آخرت بھی بچا لیں۔ ایسی جامع تعلیم آپؐ نے عطا فرمائی کہ کوئی اَور تعلیم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایسی امن کی ضمانت دی جو دراصل اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ضمانت ہے لیکن افسوس کہ مسلمان بھی اس تعلیم کو بھول گئے اور ایمان کے صرف زبانی نعرے لگا کر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوئے ہیں اور اس کیلئے غیروں سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔

کلمہ گو، کلمہ گو کو دین کے مخالفین کی مدد سے قتل کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ بدقسمتی مسلمانوں کی اَور کیا ہو سکتی ہے؟ ایسی خوبصورت تعلیم اور ایسا درد رکھنے والے رسولؐ کی اتباع کا دعویٰ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے رہے ہیں اور دنیا میں امن و سلامتی پھیلانے کے بجائے بدامنی پھیلانے کے حوالے سے مشہور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور یہ سب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس زمانے میں امن و سلامتی کے بادشاہ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے کے غلام کو دنیا میں امن و سلامتی کی تعلیم پھیلانے کیلئے بھیجا ہے اس کی بات بھی سننا نہیں چاہتے اور نہ صرف بات سننا نہیں چاہتے بلکہ اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ اس پر اور اس کے ماننے والوں پر کفر کے فتوے لگانے والے اور ان کو قتل کرنے کو اسلام کی خدمت اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا معیار سمجھتے ہیں۔ احمدیوں کی زندگیوں سے کھیلنا ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔ پس ایسے لوگ کس طرح اسلام کی امن کی تعلیم کو دنیا میں پھیلا سکتے ہیں؟ کاش کہ یہ لوگ عقل کریں۔ ان کے علماء علمائے سوء بننے کی بجائے عقل و دانش پھیلانے والے علماء بنیں تا کہ امتِ واحدہ بن کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے والے بن سکیں اور آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کے ساتھ مل کر دنیا کو حقیقی امن و سلامتی کا پیغام پہنچا سکیں۔

بہرحال یہ ایک علیحدہ اور تفصیلی مضمون ہے۔

اس وقت مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، آپؐ پر اتری ہوئی شریعت، آپؐ کی امن و سلامتی پھیلانے والی تعلیم کے حوالے سے امنِ عالم کے بارے میں کچھ باتیں کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ تو اس قدر وسعت رکھے ہوئے ہیں کہ اس کا احاطہ تھوڑے وقت میں ممکن ہی نہیں لیکن بہرحال جیسا کہ میں نے کہا چند باتیں بیان کروں گا۔

جماعت احمدیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور توہین کے مرتکب ہوتے ہیں اور اسکی تعلیم دیتے ہیں لیکن حقیقت میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں۔ جماعت کا لٹریچر اس بات کا گواہ ہے۔ ہر سال ہزاروں سعید فطرت لوگ اس تعلیم اور محبت کو دیکھ کر جماعت احمدیہ مسلمہ میں شامل ہوتے ہیں۔ غیر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کی یہ تعلیم تو ایسی پُر اثر اور محبت اور سلامتی پھیلانے والی تعلیم ہے کہ یہی دنیا کے امن کا آج واحد حل ہے۔

ابھی کچھ دن پہلے مَیں نے یوکے کے جلسہ سالانہ میں جماعت کی ترقی کی رپورٹ میں اور جلسہ کے تاثرات کے واقعات میں لوگوں کے بیان سنائے کہ کس طرح وہ لوگ احمدی ماحول اور جلسہ کے ماحول سے متاثر ہوئے اور انہیں اسلام کی امن پسند تعلیم کا پتہ چلا۔ بہرحال ہمارے مخالفین جو بھی چاہیں سوچیں اور کریں، ہمارا کام ہے کہ اگر ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو اپنائیں اور دنیا میں پھیلائیں۔ دنیا کو بتائیں کہ آج دنیا کی امن و سلامتی کا یہی واحد حل ہے۔ پس آؤ اور امن و سلامتی کی تعلیم دینے والے اس عظیم وجود سے جڑ کر دنیا و آخرت میں اپنی سلامتی کے سامان کر لو۔ یہ صرف باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کس طرح اس نبی نے اَن پڑھ اور جاہل عربوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اعلیٰ اخلاق اور علم و عمل کے میناروں تک پہنچا دیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان۔ یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا اور پھر با اخلاق انسان سے با خدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا۔“ (مجموعہ اشتہارات، جلد 2، صفحہ 183، الاشتھار مستیقنًا بوحی الله القھار، مطبوعہ نظارت نشرواشاعت قادیان 2019ء)

پس آپؐ نے اپنے ماننے والوں اور اپنے سے محبت کرنے والوں کو اخلاق اور عبادتوں کے وہ گُر سکھائے جنہوں نے انہیں خدا تعالیٰ کا قرب پانے والا بنا دیا اور ان کا ہر قول و فعل خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے ہو گیا۔ حقوق العباد کی ادائیگی بھی کی تو خدا تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی انسان کو اس مقام پر لے جاتی ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی محبت کرنے والا بن جاتا ہے اور یہ حقیقی محبت پھر انسان کے ہر قول و فعل کو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔“ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 67)

پس یہ انقلاب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا کہ جو مشرک تھے وہ موحد بنے اور ایسے موحد بنے کہ خدا تعالیٰ کے پیارے بن گئے۔ وہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور خدا تعالیٰ ان سے پیار کرنے والا بن گیا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں نے عبادت کے بھی حق ادا کیے اور خوب ادا کیے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم پر عمل شروع کیا اور خوب کیا اور اس کے معیار قائم کیے۔

جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو پھر اسکے ہر قول و فعل پر انسان عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسکی ہر بات سننے اور اس کو ماننے کی کوشش کرتا ہے۔

زبانی محبت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ پس جب ان لوگوں میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوئی تو خدا تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوئی۔ حقوق العباد کی بجا آوری میں بھی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنے والے بننے لگے۔ اور جب یہ صورتحال پیدا ہو تو پھر آپس کا محبت و پیار بھی للہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسروں کے حق بھی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے انسان ادا کرتا ہے اور جب یہ معیار بن جائے تو پھر امن و سلامتی کی بھی بنیاد پڑتی ہے، اس کیلئے کوشش ہوتی ہے اور اسکے معیار قائم ہوتے ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ وجود ہیں جنہوں نے ہمیں خدا تعالیٰ سے ملنے کے راستے دکھائے اور یہی وجود ہے جس پر اتری ہوئی تعلیم پر عمل کر کے ہم دنیا میں امن و سلامتی پیدا کر سکتے ہیں۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ امن کی بنیاد گھروں سے شروع ہوتی ہے۔ پھر محلے، قصبے، شہر، ملک اور بین الاقوامی سطح تک اس کا دائرہ بڑھ جاتا ہے۔ پس ہر سطح پر جب ایک دوسرے کے جذبات اور حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے تو امن قائم ہوتا ہے اور ہر طبقہ کی یہی تعلیم اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں دی۔ ہر طبقے کو یہ تعلیم آپؐ نے دی۔

حضرت مصلح موعودؓ اس موضوع پر مختلف موقعوں پر بیان کرتے تھے لیکن ایک موقع پر اس مضمون کو بیان فرمایا:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امنِ عالم“

آپؓ کے اس مضمون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، استفادہ کرتے ہوئے میں بھی اس حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔

یہ تو ہم دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ امن بڑی اہم چیز ہے۔ امن کی باتیں ہوتی ہیں، ہر کوئی کہتا ہے امن بہت اہم چیز ہے اور امن کی حالت ہی گھر کے سکون اور سلامتی کی بھی ضمانت ہے اور بین الاقوامی سطح پر بھی سکون و سلامتی کی ضمانت ہے اور خواہش بھی رکھتے ہیں کہ ہر سطح پر امن قائم ہو لیکن صرف خواہش امن پیدا نہیں کر دیتی کیونکہ یہاں بھی امن کی خواہش خودغرضی لیے ہوئے ہوتی ہے اور یہی ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔

اگر خودغرضی نہ ہو تو لڑائیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔ بالعموم جب کوئی امن کی بات کرتا ہے تو امن کی خواہش اپنے لیے ہوتی ہے بلکہ عموماً جب انسان دعا بھی کرتا ہے اور اگر دعا نہیں بھی ہو رہی تو انسان یہی کہتا ہے یعنی بعض دفعہ خواہش کا اظہار زبان پر بھی آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بیوی بچوں کو میرے قریبیوں کو امن میں رکھے۔ دوسروں کے امن میں رہنے کیلئے یہ درد نہیں ہوتا یا انسان اپنی زندگی سکون سے بسر کرنے کیلئے دولت چاہتا ہے اور اسکو اچھا سمجھتا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ دشمن کیلئے بھی وہ دولت کو اچھا سمجھتا ہے بلکہ صرف اپنے لیے دولت کو اچھا سمجھتا ہے۔ اگر صحت کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دشمن کیلئے بھی اچھی صحت چاہتا ہے۔ دشمن کیلئے تو یہی چاہے گا کہ وہ نادار ہو اور کمزور ہو تا کہ اس کو دشمن پر فوقیت رہے۔ اسی طرح عزت و مرتبہ اگر لوگ چاہتے ہیں تو اپنے لیے، ہر شخص کیلئے نہیں چاہتے۔ یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ دوسرے کو بھی وہی عزت و مرتبہ ملے جو مجھے مل رہا ہے۔ دنیا میں یہی نظارے ہمیں نظر آتے ہیں عام لوگوں میں بھی اور لیڈروں میں بھی۔ سیاستدانوں کی آپس کی لڑائیاں اور اقتدار میں آنے پر ایک دوسرے پر ظلم جو اپنے ہی ملکوں میں ہم دیکھ رہے ہیں، ایک دوسرے پر جو کر رہے ہیں وہ اسی سوچ کا نتیجہ ہے۔ پس اگر صرف امن کی خواہش ہے تو وہ فساد کا ذریعہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں خود غرضی شامل ہے کیونکہ جو لوگ امن چاہتے ہیں وہ اس رنگ میں امن کے متمنی ہیں کہ صرف انہیں اور ان کے قریبیوں کو یا ان کی قوم کو امن حاصل رہے۔ ورنہ دوسروں کیلئے اور دشمنوں کیلئے وہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے امن کو مٹا دیں۔ پس اگر اس اصول کو رائج کر دیا جائے کہ اپنے لیے اَور معیار اور دوسرے کیلئے اَور تو دنیا میں جو بھی امن قائم ہوگا وہ چند لوگوں کا امن ہوگا، ساری دنیا کا امن نہیں ہوگا۔ اور اگر ساری دنیا کا امن نہ ہو تو جو ساری دنیا کا امن نہ ہو وہ حقیقی امن نہیں کہلا سکتا۔ حقیقی امن تبھی ہوگا جو ذاتی، خاندانی، نسلی، قومی، ملکی ترجیحات سے بالا ہو کر قائم کرنے کی کوشش کی جائے، ایک مرکزی محور کے حصول کیلئے کی جائے۔ اور

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

”روحانیت میں ترقی کی پہلی سیڑھی نماز ہے“

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ فن لینڈ 2019)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

مومنین کیلئے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ اپنی اطاعت کے معیار کو بڑھائیں

(خطبہ جمعہ 24/مئی 2019)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب انسان اس بات کو سمجھ لے اور اس کا فہم و ادراک پیدا کر لے کہ میرے اوپر ایک بالا ہستی ہے جو میرے لیے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ تمام دنیا کیلئے امن چاہتی ہے، جو میرے گھر اور ملک کیلئے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ تمام ملکوں کیلئے امن چاہتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمِ امن کا نقطہ محور یہ احساس ہے کہ ایک بالا ہستی مجھے دیکھ رہی ہے جس کیلئے میں نے اپنے قول و فعل کو ایک کرنا ہے۔ ہمیشہ اس اصول پر چلنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اس سنہری اصول کو سامنے رکھنا ہوگا کہ دوسرے کیلئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔

پس اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیشہ یہ سوچ رکھنی ہوگی کہ اگر میں صرف اپنے لیے یا اپنی قوم کیلئے یا صرف اپنے ملک کیلئے امن کا متمنی ہوں تو اس صورت میں مجھے اللہ تعالیٰ کی مدد، اس کی نصرت اور اس کی خوشنودی کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

جب اس عقیدے پر انسان قائم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر سب کچھ کرنا ہے تبھی حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہمیں اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ (الحشر: 24) وہ بادشاہ ہے۔ پاک ہے، دوسروں کو پاک کرتا ہے۔ خود ہر ایک عیب سے سلامت ہے، دوسروں کو سلامت رکھتا ہے۔ سب کو امن دینے والا ہے۔ یہ کہہ کر کہ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ انسانی ارادوں کو پاک صاف کر دیا ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ جب تک ارادے درست نہ ہوں اس وقت تک کام بھی درست نہیں ہوسکتا۔ نیت ہی صاف نہ ہو تو کام میں برکت کس طرح پڑ سکتی ہے؟ جب تک ارادے درست نہ ہوں اس وقت تک بہر حال یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کبھی بھی کام درست نہیں ہوسکتا، ہو ہی نہیں سکتا۔

دنیا میں اس وقت جتنی لڑائیاں اور فساد ہیں وہ سب اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے ارادے صاف نہیں ہیں۔

لوگ منہ سے جو باتیں کرتے ہیں ان کے مطابق ان کی خواہشات نہیں اور ان کی خواہشات کے مطابق ان کے قول و فعل نہیں اور دنیا کے اس فساد میں بڑی اور ترقی یافتہ کہلانے والی قوموں کا زیادہ کردار ہے۔ آج بیشک دنیا لڑائی کو بُرا کہتی ہے۔ ہر لیڈر کا یہی بیان ہے کہ لڑائی بُری چیز ہے لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہمارے خلاف کوئی لڑے تو یہ بُری بات ہے لیکن اگر ان کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہو تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے اور یہ نقص اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں کی نظر اس ہستی پر نہیں ہے جو 'سلام' ہے اور سلامتی دینے والی ہستی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جہاں تک ہمارا فائدہ ہے ہم امن کے نعرے لگانے پر عمل کریں گے مگر جب ہمارے مفاد کے خلاف بات آئے گی تو ہم رد کر دیں گے۔ ہمارے دشمن کی کوئی مدد کرے اور اسے اسلحہ دے تو یہ کسی صورت قابل قبول نہیں ہے لیکن اگر ہم کسی کو اسلحہ دیں چاہے وہ ظلم کرنے پر ہی استعمال ہو رہا ہو تو یہ جائز ہے۔ اگر یہ سوچ ہو تو کس طرح حقیقی امن قائم ہوسکتا ہے؟

پس حقیقی امن دنیا میں لانے کیلئے یہی عقیدہ اور اس پر عمل کارگر ہوگا کہ دنیا کا ایک خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ امن میں رہیں۔

اور جب یہ عقیدہ ہوگا، اس پر عمل ہوگا تو پھر ہی انسان کی خواہشات خودغرضی سے بالا ہوں گی بلکہ دنیا کو عام نفع پہنچانے والی ہوں گی اور جب یہ ہوگا تو ہماری سوچوں اور امن و سلامتی قائم کرنے کے اَور ہی معیار ہوں گے۔ ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ فلاں بات کا ہمیں فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں بلکہ ہم یہ دیکھیں گے کہ ساری دنیا پر اسکا کیا اثر ہے۔ دنیا والے تو ہمیشہ اپنے فائدے کیلئے دوسروں کے امن کو برباد کرتے رہتے ہیں لیکن جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک بالا ہستی ہے تو وہ کبھی جرأت نہیں کریں گے کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ایک بالا ہستی ہمیں کچل کر رکھ دے گی۔ غرض کہ حقیقی امن اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک ایک بالا ہستی کو تسلیم نہ کیا جائے، جب تک اس کی محبت دل میں پیدا نہ ہو۔ اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ امن دینے والا ہے صرف اسلام نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تعلیم اتاری اس میں فرمایا کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ (المائدۃ: 16-17) یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ چکا ہے اور ایک روشن کتاب بھی۔ اللہ اسکے ذریعہ انہیں جو اسکی رضا کی پیروی کریں سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تو نورِ ہدایت بھیج دیا، ایک کتاب بھی تمام احکامات کے ساتھ بھیج دی اور اس میں سلامتی کی راہوں کی طرف واضح ہدایات بھی بیان فرما دیں۔ اب جو لوگ اس کی کامل پیروی کریں گے وہی سلامتی کی راہوں کو پانے والے ہوں گے۔ اگر آج مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی کیفیت ہے، آپس میں جنگوں کی کیفیت ہے تو واضح ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اور بھیجی ہوئی کتاب اور نور کی حقیقی پیروی نہیں کر رہے۔ بے شک دعوے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں لیکن عمل اس کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول تو کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بات کبھی غلط نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کبھی غلط نہیں ہوسکتیں۔

اگر مسلمانوں میں فتنہ و فساد ہے تو واضح ہے کہ یہ اس کتاب مبین کو ماننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں جو تعلیم اتاری ہے اس کی پیروی نہیں کر رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ تو ہے لیکن آپؐ کے اسوہ اور تعلیم پر عمل نہیں۔

پس آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے ماننے والوں کا یہ کام ہے کہ اس تعلیم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ قرآن کریم کے احکامات پر عمل کریں تو تبھی اپنے ماحول میں سلامتی پیدا کر سکتے ہیں اور دنیا کو بھی سلامتی کا پیغام پہنچا سکتے ہیں ورنہ دنیا کہے گی کہ اپنے قول و فعل ایک کرو پھر ہمیں نصیحت کرنا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 557-558 حاشیہ در حاشیہ)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نور، جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قرآن کریم جو روشن کتاب اور تمام علوم و معارف کا سرچشمہ اور نور ہدایت ہے اور سلامتی کا پیغام ہے، کو بھیج کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اگر انسان اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور اپنے تباہ کرنے والے خودغرضانہ مفادات کا ہی اسیر رہے تو اس سے بڑی بدقسمتی اَور کیا ہوسکتی ہے۔

پس اگر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنی ہے، امن و سلامتی سے رہنا ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ، اس روشن کتاب کی ہدایت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں۔ اس روشن کتاب کی ہدایت کو پڑھنا اور سامنے رکھنا چاہیے تبھی سبل السلام پر چلنے والے ہوں گے۔ سلامتی کے راستے پر چلنے والے ہوں گے۔ اس کتاب کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں جو انسانی امن برباد کرنے والا ہے۔ پس یہ پیغام ہے جو اپنوں اور غیروں کو دینا ہمارا کام ہے آج اور یہی دنیا کے امن کی ضمانت ہے۔

اور یہی وہ انقلاب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ میں پیدا کیا اور عملی طور پر ایسی جماعت تیار کر دی جو اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان: 64)، اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے تو کہتے سلام، اسکا مصداق بنا دیا اور یہی وہ حالت ہے جب ہم میں پیدا ہو جائے اور ہم دنیا میں پیدا کر دیں تو ہمارا حال اور حاضر بھی امن میں ہوگا اور ہمارا مستقبل بھی امن میں ہوگا۔ پس

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کا یہ ایک بہت بڑا کام ہے جنہوں نے اپنے گھروں اور اپنے ماحول میں بھی امن اور سلامتی پیدا کرنی ہے اور دنیا میں بھی امن و سلامتی پیدا کرنی ہے۔

اور یہ کام اسی وقت ہوگا جب ہمارے دل بھی خالص توحید سے پُر ہوں گے اور دنیا کو بھی حقیقی توحید کی طرف لانے والے ہوں گے۔

یہ بات یقینی ہے کہ توحید کامل کے قیام کے بغیر امن قائم ہو ہی نہیں سکتا۔

پہلے بھی بیان ہو گیا کہ بالا ہستی کو بہر حال تسلیم کرنا ہوگا اور وہ بالا ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کا خیال توحید کو دل میں قائم کیے بغیر نہیں آ سکتا اور توحید قائم نہیں ہوگی تو لڑائیاں بھی جاری رہیں گی۔ لڑائیاں تو تبھی بند ہوسکتی ہیں جب حقیقی مواخات پیدا ہو، آپس میں محبت اور پیار پیدا ہو، بھائی چارے کی صورتحال پیدا ہو۔

امن اس وقت تک قائم ہو ہی نہیں سکتا جب تک لوگوں کے اندر حقیقی مواخات پیدا نہ ہو اور حقیقی مواخات ایک خدا کو مانے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی، واحد و یگانہ خدا سے تعلق کے بغیر پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ صرف ماننا ہی نہیں بلکہ ایک تعلق بھی قائم کرنا ہوگا اور اسکی تعلیم بھی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی ملی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ: 2) کی تعلیم جب ہمیں قرآن کریم میں دی تو اسے ہر نماز میں پڑھنے کا حکم بھی دیا تاکہ مسلمانوں میں اخوت کا وسیع تصور قائم ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر خدا تعالیٰ کی ربوبیت تمام عالم پر وسیع ہونے کا ادراک پیدا ہوتا ہے۔ ان کلمات کو پڑھ کر انسان کی سوچ وسیع ہوتی ہے اور وہ اس خدا کی تعریف کرتا ہے جو تمام دنیا اور جہانوں کا رب ہے۔ جو عیسائیوں کا بھی رب ہے، ہندوؤں کا بھی رب ہے، یہودیوں کا بھی رب ہے اور ہر ایک کا رب ہے۔ جب یہ کلمات انسان پڑھتا ہے تو پھر کسی سے نفرت کیونکر ہوسکتی ہے۔ یہی بات میں نے ایک دفعہ امریکہ میں غیروں کی ایک مجلس میں بیان کی تو وہ کہتے ہیں یہ کیسی تعلیم ہے! اور واقعی اسلام کی تعلیم ایسی ہے جو کبھی ایک حقیقی مسلمان کے دل میں دوسرے کیلئے بغض و کینہ پیدا کر ہی نہیں سکتی۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے الفاظ نے تو سب کا احاطہ کر لیا ہے اور یہی چیز سلامتی پھیلانے کے بڑے اور وسیع راستے کھولتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں بتا دیا گیا کہ اگر حقیقی توحید قائم ہو اور رب العالمین کی حمد سے انسان کی زبان تر ہو تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی قوم کا کینہ انسان کے دل میں ہو، نہ عیسائیوں کیلئے، نہ ہندوؤں کیلئے، نہ یہودیوں کیلئے۔

یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو وہ ان کی بربادی کی خواہش رکھے اور دوسری طرف ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بھی کرے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ پس حقیقی موحد ہی حقیقی امن و سلامتی کا علمبردار ہے۔ اگر مسلمان حقیقت میں اس نکتہ کو سمجھ لیں اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں تو دنیا میں حقیقی امن پسند یہی ہوں گے لیکن پھر وہی بات کہ اس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ساتھ جڑنا بھی ضروری ہے، تبھی علم و معرفت کا صحیح ادراک بھی ہوسکتا ہے۔

لیکن ساتھ ہی میں پھر کہوں گا کہ یہ ہم پر بھی ذمہ داری ڈالتا ہے کہ ہم اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ یہ نہ ہو کہ ہمارا نمازوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھنا صرف منہ کے الفاظ ہوں اور دل اس کی گہرائی سے خالی ہوں۔ اگر دل و دماغ اس گہرائی سے خالی ہیں تو ہم بھی فتنہ و فساد پیدا کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ امن و سلامتی پھیلانے والوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کی پیروی کرنے والوں میں سے نہیں ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا ✿ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی ✿ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین ننگل باغبانہ، قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

وہ آیا منتظر جس کے تھے دن رات ✿ معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات

دکھائیں آسماں نے ساری آیات ✿ زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

نماز جنازہ حاضر وغائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14/ستمبر 2022ء بروز بدھ 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر کے باہر تشریف لاکر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر وغائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

☆مکرم رشید صادق امینی صاحب
ابن مکرم احمد صادق امینی صاحب (بریڈفورڈ، یو.کے)

11/ستمبر 2022ء کو 67 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے دادا حضرت نور محمد امینی صاحبؓ آف بھنگیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ نے 1976ء میں پاکستان سے یو.کے ہجرت کی اور بریڈ فورڈ میں مقیم رہے۔ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، بہت مہمان نواز، ملنسار اور فدائی احمدی تھے۔ آپ کو دوبار روضہ رسول پر حاضر ہونے اور عمرہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ 1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ قادیان جانے کی سعادت بھی پائی۔ اس کے علاوہ بہت سے دورہ جات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ساتھ قافلہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے وقت سے تاحال جلسہ سالانہ یو.کے پر نعرے لگانے کی سعادت حاصل ہوتی رہی اور اس سال اپنے آخری جلسہ سالانہ یو.کے پر بھی شدید بیماری اور تکلیف کے باوجود آپ کو بھرپور نعرے لگانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے، ایک بیٹی اور 12 پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ مرحوم کے ایک بیٹے مکرم مبارز محمود امینی صاحب مربی سلسلہ دارالقضا یو.کے میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم چوہدری امتیاز احمد صاحب
ابن مکرم چوہدری محمد دین صاحب (کینیڈا)

3/جولائی 2022ء کو وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت قاضی نذیر حسین صاحب رضی اللہ عنہ (سیشن جج) صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے تھے۔ آپ کے والد نے صدر جماعت بھڈال اور نائب امیر ضلع سیالکوٹ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم نے خدمت انسانیت کیلئے بڈھال میں ایک فلاحی ادارہ قائم کیا۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، انسانیت کی خدمت کرنے والے، بہت خوش اخلاق، ملنسار، عاجز اور سادہ مزاج انسان تھے۔ خلافت کے ساتھ بہت گہرا اخلاص کا تعلق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

(2) مکرم ماسٹر عزیز احمد صاحب چیمہ
(سابق صدر جماعت تلونڈی کھجوروالی، ضلع گوجرانوالہ)

19/اگست 2022ء کو 87 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت چوہدری کرم الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مکرم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب (مربی سلسلہ) کے چھوٹے بھائی تھے۔ پیشے کے لحاظ سے اسکول ٹیچر تھے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، مہمان نواز، ہر ایک سے اچھے اخلاق سے پیش آنے والے ایک نیک فطرت انسان تھے۔ آپ نے مقامی سطح پر لمبا عرصہ بحیثیت صدر جماعت خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں شامل ہیں۔

(3) مکرمہ شاہدہ پروین صاحبہ (ربوہ)

اگست 2022ء میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند ایک نیک مخلص اور باوفا خاتون تھیں اور اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

(4) مکرم محمد رمضان تبسم صاحب
ابن مکرم گانمن خان صاحب (معلم وقف جدید)

2/اگست 2022ء کو 41 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے میٹرک کے بعد اپنی زندگی وقف کر کے 2001ء میں معلمین کلاس وقف جدید میں داخلہ لیا اور دو سالہ کورس پاس کر کے 2003ء میں بطور معلم وقف جدید خدمت کا آغاز کیا۔ آپ کو 2003 سے 2022 تک پاکستان کے مختلف اضلاع مظفر گڑھ، رحیم یار خان، وہاڑی، قصور، سیالکوٹ ملتان، بہاولپور اور پشاور میں خدمت کا موقعہ ملا۔ آپ کو جہاں بھی بھجوایا گیا ہمیشہ لبیک کہا اور کبھی کوئی عذر پیش نہیں کیا۔ وقف کو ہمیشہ وفا کے ساتھ نبھانے کی کوشش کی۔ خلافت کے ساتھ بھی اخلاص کا تعلق تھا۔ بہت ملنسار، خوش مزاج اور عاجز انسان تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

(5) مکرم چوہدری جاوید سمیع صاحب
ابن مکرم چوہدری عبدالسمیع خادم صاحب (کینیڈا)

2/جولائی 2022ء کو 61 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ عبدالرشید بٹالوی صاحب رضی اللہ عنہ کے پڑنواسے تھے۔ مرحوم مکرم چوہدری عبدالسمیع خادم صاحب کے بیٹے تھے جنہوں نے فضل عمر ڈسپنسریز کراچی کے سیکرٹری کے طور پر خدمت کی توفیق پائی اور اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔ مرحوم وفات سے پہلے پیس وِلیج ویسٹ جماعت کے جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت بجالا رہے تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، بہت خوش مزاج، عاجز اور اپنوں اور غیروں کیلئے انتہائی ہمدردی کا جذبہ رکھنے والے ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق اور خلافت سے گہری محبت اور عقیدت تھی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

(6) مکرمہ فردوس بشارت صاحبہ اہلیہ مکرم پروفیسر بشارت احمد صاحب (سابق ریجنل امیر ناردن اونٹاریو، کینیڈا)

27/جون 2022ء کو 83 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اور ان کے میاں دونوں مالی قربانی میں پیش پیش رہتے تھے۔ ایک بڑی پراپرٹی جس میں اس وقت بیت المہدی تعمیر ہے وہ بھی جماعت کو ھبہ کرنے کی توفیق پائی۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، دعاگو، مہمان نواز، غریب پرور اور نیک خاتون تھیں۔ آپ نے لوکل صدر لجنہ کے علاوہ مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ اپنے میاں کے ساتھ بھی مختلف جماعتی خدمات میں ان کا ہاتھ بٹاتی رہیں۔

(7) عزیزہ باسمہ دانش
بنت مکرم محمد فرقان دانش صاحب (ملائشیا)

18/جولائی 2022ء کو عزیزہ اپنے والدین کے ساتھ موٹر بائیک پر جارہی تھیں کہ بائیک پل کی دیوار سے ٹکرائی اور سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے وفات پاگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بوقت وفات عزیزہ کی عمر تقریباً ساڑھے تین سال تھی۔ آپ کے والدین کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا گیا اور علاج کے بعد اب دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہیں۔ اس بچی میں چھوٹی عمر میں ہی اتنی اچھی عادتیں تھیں کہ دیکھنے والے حیران ہوتے تھے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں اس نے قاعدہ پڑھنا شروع کیا۔ اذان ہوتی تو والدین سے کہتی کہ اذان ہورہی ہے باتیں نہ کریں اور خود اپنی والدہ کے سر پر دوپٹہ بھی دیتی۔ روز صبح اٹھ کر سب سے پہلے سلام کرتی تھی۔ جب خطبہ ٹی وی پر آتا تو اپنی ماں سے کہتی کہ مَیں نے حضور کو پیار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

......☆......☆......☆......

پس بہت سوچنے کا مقام ہے، بہت غور کی ضرورت ہے، بہت فکر کا مقام ہے۔ آج ہر احمدی کا کام ہے کہ حقیقی امن اور سلامتی دنیا میں پیدا کرنے کیلئے خدائے واحد پر اپنے ایمان کو پختہ کرے۔ خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنے دلوں میں راسخ کرے کہ کوئی اور محبت اس کی جگہ نہ لے سکے۔ اسکے حکموں پر عمل کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہوئی تعلیم یعنی قرآن کریم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائے۔ جب ہمارے معیار اس حد تک جائیں گے کہ قرآن کریم کا ہر حکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشاد ہمارے قول وفعل کا حصہ بن جائے گا تب ہی ہم دنیا کو اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا سکیں گے۔ انہیں حقیقی امن کے گُر کی نہ صرف تعلیم پیش کر کے بتائیں گے بلکہ اپنے عمل سے بھی سکھائیں گے اور یہی دنیا میں حقیقی امن قائم کرنے کا ذریعہ ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امنِ عالم کا عظیم وجود ثابت کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہی اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے منہ بند کرنے کا ذریعہ ہے۔ بہرحال آج یہ کام مسیح موعود کی جماعت کے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر ہم نے بھی گھریلو سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اس کے مطابق اپنا کردار ادا نہ کیا تو ہمارے امن و سلامتی میں رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے، نہ ہی ہماری نسلوں کی امن وسلامتی میں رہنے کی کوئی ضمانت ہے اور نہ ہی دنیا کے امن وسلامتی کی کوئی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ احسن رنگ میں ہمیں فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اب دعا کریں گے۔ دعا میں سب یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب شاملین جلسہ کو جلسہ کی برکات کا حامل بنائے اور ہر ایک کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ دنیا کے حالات میں جلد ہر طرح سے امن وسلامتی پیدا فرمائے تاکہ ہم اپنے جلسے پھر وسیع پیمانے پر اور اسی شان سے ہر قسم کی فکروں سے آزاد ہو کر منعقد کرسکیں اور جلسوں کو اپنی روحانی اور علمی پیاس بجھانے کا ذریعہ بنائیں اور حقیقت میں اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کے فضل کو سمیٹنے والے ہم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ دعا کرلیں۔ (دعا)

دعا کے بعد حضورِ انور نے فرمایا: جرمنی جلسہ کی جو حاضری ہے وہ پہلے سن لیں پھر نعرہ لگائیں۔ کہتے ہیں جلسہ کی ہماری کُل حاضری انیس ہزار سات سو بیاسی ہے جس میں مستورات نو ہزار چار سو بیاسی اور مرد حضرات دس ہزار تین سو اور اس کے علاوہ جو دوسرے ذرائع سے لوگ جلسہ سالانہ کی کارروائی دیکھ رہے ہیں یا سن رہے ہیں ان کی تعداد بھی چالیس ہزار سے اوپر ہے۔ اچھا اب اگلا پروگرام جو آپ نے کرنا ہے کریں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 27/ستمبر 2022ء)

......☆......☆......☆......

IRS
INDIAN ROLLING SHUTTERS
WHOLESALE DEALER
SUPPLIERS OF ALL SPARES PARTS OF ROLLING SHUTTERS
Specialist in : GEAR & REMOTE SHUTTERS
Prop : HAMEED AHMAD GHOURI
Add : Beside Andhra Bank, Balapur X Road, Hyderabad (T.S)
Mobile : 09849297718

TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods (Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

Z.A. Tahir Khan
M.Sc. (Chemistry) B.Ed.
DIRECTOR
طالب دعا
Z.A.TAHIR KHAN
Director oxford N.T.T.College
Jaipur (Rajasthan)
TEACHER TRAINING
OXFORD N.T.T. COLLEGE
(Teacher Training)
(A unit of Oxford Group of Education)
Affialiated by A.I.I.C.C.E. New Delhi 110001
0141-2615111- 7357615111
oxfordnttcollege@gmail.com
Add. Fateh Tiba Adarsh Nagar, Jaipur-04
Reg. No. AICCE-0289/Raj.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھیجی جانے والی مہمات کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 6/مئی 2022 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کا امیر کس کو مقرر کیا اور ان کو کس جگہ جانے کا ارشاد فرمایا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو انصار کا امیر مقرر کیا اور انہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ماتحت کر کے حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ طُلَیحہ اور عُیَیْنَہ بن حِصْن کے مقابلے پر جائیں جو بنو اسد کے ایک چشمہ بُزَاخہ پر فروکش تھے۔

سوال حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے خلاف کتنی مہمات بھجوائی تھیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے خلاف گیارہ مہمات بھجوائی تھیں۔

سوال پہلی مہم کس کے قلع قمع کے لئے بھیجی گئی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: پہلی مہم طُلَیحہ بن خُوَیلِد، مالک بن نُوَیرَہ، سَجَاح بنت حارث اور مسیلمہ کذاب وغیرہ باغی مرتدین اور جھوٹے نبیوں کے قلع قمع کیلئے بھیجی گئی تھی۔

سوال حضرت ابوبکر نے خالد بن ولید کو کیا حکم دیا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ طُلَیحہ بن خُوَیلِد کے مقابلے کیلئے جائیں اور اس سے فارغ ہو کر بُطَاح میں مالک بن نُوَیرَہ سے لڑیں۔

سوال حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین سے جنگ کے دوران حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خالد بن ولید اللہ کا بہت ہی اچھا بندہ ہے اور ہمارا بھائی ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے خلاف سونتا ہے۔

سوال طلیحہ بن خویلد بن نوفل بن نضلہ اسدی کون تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: طُلَیحہ اَسَدِی جھوٹے مدعیانِ نبوت میں سے ایک تھا یہ شخص نو ہجری میں اپنی قوم بنو اسد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدینہ پہنچ کر ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور احسان جتاتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ جب یہ لوگ واپس چلے گئے تو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی طُلَیحہ ارتداد کا شکار ہوا اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور سَمِیرَاء کو اپنا فوجی مرکز بنایا۔

سوال عُیَیْنَہ بن حِصْن کون تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عُیَیْنَہ وہی شخص ہے جو غزوۂ احزاب کے موقع پر بنو فَزَارَہ کا سردار تھا۔ اس غزوہ کے دوران کفار کے تین لشکروں نے بنو قُریظہ سے مل کر مدینہ پر زبردست حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے ایک لشکر کا سردار عُیَیْنَہ تھا۔ غزوۂ احزاب میں کفار کی شکست کے بعد بھی اس نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے شہر سے باہر نکل کر اسکے حملہ کو روکا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

سوال عُیَیْنَہ بن حِصْن نے اسلام کب قبول کیا تھا اور کون کون سے غزوات میں شرکت کی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عُیَیْنَہ بن حِصْن فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا اور اس میں شرکت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ مسلمان تھا۔ غزوۂ حُنَین اور طائف میں بھی شرکت کی۔ نبی کریم ﷺ نے اسکو نو ہجری میں بنو تمیم کی سرکوبی کیلئے پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں کوئی بھی انصار یا مہاجر صحابی نہ تھا۔

سوال حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو ذُوالقَصَّہ سے روانہ کرنے سے قبل حضرت عدیؓ سے کیا کہا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو ذُوالقَصَّہ سے روانہ کرنے سے قبل حضرت عدیؓ سے کہا کہ تم اپنی قوم یعنی قبیلہ طَے کے پاس جاؤ اور انہیں سمجھاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ برباد ہو جائیں یعنی جنگ کریں اور برباد ہوں۔

سوال حضرت عدیؓ نے جب طے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کیا کہا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: انہوں نے کہا کہ ہم ابوالفَصِیل کی ہرگز اطاعت نہیں کریں گے۔ ابوالفصیل سے ان کی مراد حضرت ابوبکرؓ تھے۔

سوال مرتدین حضرت ابوبکرؓ کو ابوالفصیل کے نام سے کیوں پکارا کرتے تھے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فصیل اونٹنی یا گائے کے بچے کو کہتے ہیں جو اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہو یا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ چونکہ کلمہ بِکْر اور کلمہ فَصِیل دونوں کے معنی اونٹ کے بچے کے ہیں اس لیے بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ کو حقارت و توہین کی غرض سے ابوالفَصِیل یعنی اونٹ کے بچے کا باپ کہتے تھے۔

سوال حضرت عدیؓ نے ان کی باتیں سن کر کیا کہا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عدیؓ نے کہا کہ تمہاری جانب ایک ایسا لشکر بڑھا چلا آرہا ہے جو تم پر ہرگز رحم نہ کرے گا اور قتل و غارت کا بازار اس طرح گرم کرے گا کہ کسی بھی شخص کو امان نہ مل سکے گی۔ میں نے تمہیں سمجھا دیا آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ اس وقت تم حضرت ابوبکرؓ کو فَحْلُ الاُکْبَر کی کنیت سے یاد کرو گے۔ فَحل ہر جانور کے نر کو کہتے ہیں یعنی اب تو تم تمسخر اور حقارت سے ان کو اونٹ کا چھوٹا سا بچہ کہہ رہے ہو پھر تم ان کو مضبوط نر اونٹ کہنے پر مجبور ہو گے۔

سوال طے قبیلہ کے لوگوں نے جب ان کی باتیں سنیں تو انہوں نے حضرت عدیؓ کو کیا کہا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: قبیلہ طَے کے لوگوں نے ان کی باتیں سن کے کہا کہ اچھا تم اس حملہ آور لشکر سے جا کر ملو اور اسے ہم پر حملہ کرنے سے روکو یہاں تک کہ ہم اپنے ان ہم قوم لوگوں کو جو بُزَاخہ میں ہیں واپس بلا لیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم طُلَیحہ کی مخالفت کریں گے جبکہ ہمارے لوگ اسکے قبضہ میں ہیں تو وہ ان سب کو قتل کر دے گا یا ان کو یرغمال کی حیثیت سے قید کر لے گا۔

سوال بنو طَے کی لشکر خالد میں شمولیت دشمن کی پہلی شکست کیوں تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: کیونکہ قبیلہ طے کا شمار جزیرہ عرب کے قوی ترین قبائل میں ہوتا تھا۔ دیگر قبائل ان کو اہمیت دیتے تھے۔ ان کی طاقت و قوت کا اعتبار تھا۔ ان سے خوف کھاتے تھے۔ اپنے علاقے میں ان کو عزت اور غلبہ حاصل تھا۔ پڑوسی قبائل ان کے حلیف بننے کیلئے کوشاں رہتے تھے۔

سوال عدی کا کیا عظیم کارنامہ ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عدی کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اسلامی فوج میں شمولیت کی دعوت دی۔

سوال حضرت خالد بن ولیدؓ قبیلہ طَے کے قبول اسلام کے بعد کس طرف روانہ ہوئے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت خالد بن ولیدؓ قبیلہ طَے کے قبول اسلام کے بعد طُلَیحہ اَسَدِی کی طرف روانہ ہوئے۔

سوال جب حضرت خالد بن ولیدؓ دشمن کے قریب پہنچ گئے تو آپؓ نے کس کو دشمنوں کی خبر لانے کو کہا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت خالد بن ولیدؓ جب دشمن کے قریب پہنچ گئے تو آپؓ نے حضرت عُکَّاشہ بن مِحْصَنؓ اور حضرت ثابِت بن اَقْرَمؓ کو دشمن کی خبر لانے کیلئے آگے روانہ کیا۔

سوال جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو کیا واقعہ رونما ہوا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو طُلَیحہ اور اس کا بھائی سَلَمہ دونوں نے ملکر انہیں شہید کر دیا۔

سوال جب مسلمانوں نے حضرت ثابتؓ اور عکاشہ بن محصنؓ کو شہید پایا تو کیا کہنے لگے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مسلمان بہت ہی غمگین ہوئے اور کہنے لگے کہ مسلمانوں میں سے دو بڑے سردار اور گھڑ سواروں میں سے دو زبردست گھڑ سوار شہید ہو گئے۔

سوال حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بنو عامر کی کس شرط پر بیعت لی تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت خالدؓ نے ان سے اس شرط پر بیعت لی جس شرط پر آپؐ نے اہل بُزَاخہ یعنی اَسَد، غَطَفان اور طَے سے لی تھی۔ اس بیعت کے الفاظ یہ تھے۔ تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ تم ضرور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ گے اور ضرور نماز کو قائم کرو گے اور ضرور زکوٰۃ ادا کرو گے اور اسی چیز پر تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کی طرف سے بھی بیعت کرو گے۔

سوال اُمِّ قِرفہ کون تھیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اُمِّ قِرْفہ کا تعارف یہ ہے کہ اُمِّ قرفہ کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا اور وہ بنو فَزَارَہ کی سردار تھی۔ یہ عورت اپنی قوت اور حفاظتی انتظامات کے طور پر ایک ضرب المثل مانی جاتی تھی۔ اس کے گھر میں ہر وقت پچاس تلواریں آویزاں رہتی تھیں اور پچاس مردانِ شمشیر زَن ہر وقت وہاں موجود ہوتے تھے۔ یہ سب کے سب اسکے بیٹے اور پوتے تھے۔ اسکے ایک بیٹے کا نام قرفہ تھا اس کی وجہ سے اس کی کنیت اُمِّ قرفہ تھی جبکہ اس کا اصلی نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ اس کا گھر وَادِی القُریٰ کی ایک جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے سات رات کی مسافت پر تھا۔

سوال اُمِّ قرفہ کی سرکوبی کی وجہ کیا تھی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اُمِّ قرفہ کی سرکوبی کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس نے مدینہ پر حملہ کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ ......☆......☆......

خدا کی قسم جب شدید لڑائی شروع ہو جاتی تو ہم رسول کریم ﷺ کو ڈھال بنا کر لڑتے تھے

اور ہم میں سے بہادر وہی سمجھا جاتا تھا جو رسول کریم ﷺ کے شانہ بشانہ لڑتا تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری کے تذکرہ پر مشتمل حضور انور کا ایمان افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 22/اپریل 2005 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ کے شروع میں کون سی آیت کی تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے خطبہ کے شروع میں سورۃ الاحزاب آیت 40 اَلَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَ یَخۡشَوۡنَہٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا کی تلاوت فرمائی۔

سوال کون سا وصف انبیاء میں لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ ہوتا ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہادری اور جرأت کا وصف انبیاء میں اپنے زمانے کے لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

سوال جب اللہ کے ساتھ انس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو کیا حالت ہوتی ہے؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہل دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بھی یہی حالت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق شدید ہو تو پھر شجاعت بھی آجاتی ہے اس لئے مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ اہل دنیا بزدل ہوتے ہیں۔ ان میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی۔

سوال آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہونے کے بعد کس قدر بہادری اور جرأت کے نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک موقع پر آنحضرت ﷺ طواف کر رہے تھے تو کفار آپؐ پر آوازے کستے تھے۔ تین بار ایسا ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ تیسری دفعہ آوازے کسنے پر آپؐ کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا کہ اے گروہ قریش! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مَیں تم جیسوں کی ہلاکت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بات کا قریش پر ایسا اثر ہوا کہ وہ سکتے کی حالت میں آ گئے۔

سوال سرداران قریش نے جب حضرت ابوطالب کو آنحضرت ﷺ کے متعلق شکایت کی کہ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے تو اس پر حضرت ابوطالب نے سمجھانے کیلئے رسول کریم ﷺ کو بلایا تو آپؐ نے کیا فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب سب سردار جمع ہو کر آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو روکو کہ اپنی تعلیم نہ پھیلائے ورنہ پھر ہم تمہارا بھی لحاظ نہیں کریں گے۔ اس پر چچا نے آپ ﷺ کو سمجھانے کیلئے بلایا تو آپؐ نے سمجھ لیا کہ اب میرے چچا بھی میری

مدد نہیں کر سکتے۔ لیکن اس خیال نے آپؐ کی جرأت میں کمی نہیں کی بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس سے یقین میں اور جرأت میں اور اضافہ ہوا۔ اور فرمایا کہ چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو پھر بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے یا میں خود ہلاک ہو جاؤں۔

سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غار ثور میں خدا تعالیٰ پر توکل کا نظارہ کیسا تھا؟

جواب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی نظر نیچے کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا اے ابوبکر! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ تو جہاں یہ واقعہ خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کا اظہار کرتا ہے۔ وہاں آپؐ کی جرأت و شجاعت کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔ آپؐ خاموشی سے اشارہ بھی کر سکتے تھے کہ خاموش رہو۔ لیکن خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کی وجہ سے آپؐ میں جو جرأت تھی اس کی وجہ سے دشمن کے سر پر کھڑا ہونے کے باوجود اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر فکر نہ کرو، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؐ کی شجاعت کا کن الفاظ میں ذکر کیا؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: آپؐ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیق صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ: 40) یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں۔ یعنی یہ الفاظ بولے بغیر تو ادا نہیں ہو سکتے۔ اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پروا نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے۔ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کیلئے تو یہ نمونہ ہی کافی ہے۔

سوال دوران جنگ آنحضرت ﷺ کی شجاعت کا کیا عالم ہوتا تھا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: صحابہؓ میں سے بڑے بڑے بہادر بھی آپ کی جرأت و بہادری کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے اور اس بات کی گواہی خود صحابہؓ دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم جب شدید لڑائی شروع ہو جاتی تو ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھال بنا کر لڑتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہی سمجھا جاتا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔

سوال حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کے بارے میں کیا بیان فرماتے ہیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپؐ کی جنگ کے بارے میں حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میدان جنگ خوب گرم ہو جاتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد شدید لڑائی شروع ہو جاتی، تو ہم رسول کریمؐ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر تمام لوگوں کی نسبت آپؐ دشمن کے زیادہ قریب ہوا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں بدر میں میں آپؐ کی پناہ لئے ہوئے تھا حالانکہ آپؐ کفار کے بالکل قریب پہنچے ہوئے تھے۔ اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ سخت جنگ کی۔

سوال جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت و شجاعت کا اظہار کیسا تھا؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب آنحضرتؐ کی مرضی کے خلاف باہر جا کر دشمن سے مقابلے کا فیصلہ ہوا اور بعض صحابہؓ کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس بھی ہوا اور اس پر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ بات نبی کی شان کے خلاف ہے کہ جب وہ ایک دفعہ ہتھیار باندھ لے پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اُتار دے۔ اب جنگ سے بچنے کیلئے میں یہ کام نہیں کروں گا یہ جرأت و مردانگی کے خلاف ہے اور پھر جب مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور دشمن نے مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچایا، مسلمان تتر بتر ہو گئے، اس وقت بھی آپؐ ایک مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔

سوال جنگ احد میں جب رسول کریم ﷺ سخت زخمی تھے اس وقت کس طرح شجاعت و جرأت سے ابی بن خلف کو موت کے گھاٹ اتارا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جنگ اُحد میں ابی بن خلف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر للکارتے ہوئے پکارا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آج تم بچ گئے تو میری زندگی عبث ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی اس کی طرف بڑھے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے چھوڑ دو اسے میری طرف آنے دو۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ تھام لیا اور آگے بڑھ کر اسکی گردن پر ایک ہی وار کیا جس سے وہ چنگھاڑتا ہوا مڑا اور اپنے گھوڑے سے زمین پر گر گیا، قلابازیاں کھانے لگا۔

سوال حنین میں آپ ﷺ کی بہادری کے بارے کیا ذکر ملتا ہے؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ضرور گواہی دوں گا کہ آپؐ نے جنگ حنین میں دشمن کے شدید حملے کے وقت بھی پیٹھ نہیں پھیری تھی۔ حضرت براء نے کہا کہ حضورؐ کی شجاعت کا حال سنو کہ جب جنگ جوبن پر ہوتی تھی تو اس وقت حضورؐ سب سے آگے ہو کر سب سے زیادہ بہادری سے لڑ رہے ہوتے تھے۔ اور ہم لوگ اس وقت حضورؐ کو ہی اپنی ڈھال اور اپنی آڑ بنایا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے زیادہ وہی بہادر سمجھا جاتا تھا جو حضورؐ کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔

سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت ﷺ کے عظیم الشان اوصاف کا کن الفاظ میں ذکر فرمایا ہے؟

جواب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایک وقت ہے کہ آپ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کو تصویر کی صورت حیران کر رہے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ تیر و تلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔ سخاوت پر آتے ہیں تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں۔ حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر اور کامل نمونہ ہے جو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کر لے۔ اس کا پھل، اس کا پھول اور اس کی چھال، اس کے پتے غرض کہ ہر چیز مفید ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان درخت کی مثال ہیں جس کا سایہ ایسا ہے کہ کروڑ ہا مخلوق اس میں مرغی کے پروں کی طرح آرام اور پناہ لیتی ہے۔

......☆......☆......☆......

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

حیاتِ مسیح پر اجماع کا دعویٰ سراسر جھوٹ اور افترا ہے، امام احمد بن حنبل کا قول نہایت تحقیق اور انصاف پر مبنی ہے کہ جو شخص اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے

اور اگر بہت تنگ کیا جائے اور کہا جائے کہ جس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **توفی** کے معنے مارنا کر دیئے ہیں تو پھر کیوں آپ لوگ قبول نہیں کرتے تو آخری جواب ان حضرات کا یہ ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی پر اجماع ہو چکا ہے پھر ہم کیونکر قبول کر لیں مگر یہ عذر بھی بدتر از گناہ اور نہایت مکروہ چالاکی اور بے ادبی ہے۔ کیونکہ جس اجماع میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہیں بلکہ اس کے صریح مخالف ہیں وہ اجماع کے ساتھ اور کیا حقیقت رکھتا ہے۔ ماسوا اس کے اجماع کا دعویٰ بھی سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ دیکھو کتاب مجمع بحار الانوار جلد اول صفحہ 286 جو اس میں **حَکَمًا** کے لفظ کی شرح میں لکھا ہے **ینزل (ای ینزل عیسٰی) حَکَمًا اَیْ حَاکِمًا بِھٰذِہِ الشَّرِیْعَۃِ لَا نَبِیًّا وَالْاَکْثَرُ اَنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَقَالَ مَالِکٌ مَاتَ وَھُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ سَنَۃً** یعنی عیسیٰ ایسی حالت میں نازل ہوگا جو اس شریعت کے مطابق حکم کرے گا نہ نبی ہو کر۔ اور اکثر کا یہ قول ہے کہ عیسیٰ نہیں مرا۔ **اور امام مالک نے کہا ہے کہ عیسیٰ مر گیا اور وہ تینتیس برس کا تھا جب فوت ہوا۔** اب دیکھو کہ امام مالکؒ کس شان اور مرتبہ کا امام اور خیر القرون کے زمانہ کا اور کروڑ ہا آدمی ان کے پیرو ہیں۔ جب انہیں کا یہ مذہب ہوا تو گویا یہ کہنا چاہئے کہ کروڑ ہا عالم فاضل اور متقی اور اہل ولایت جو سچے پیرو حضرت امام صاحب کے تھے ان کا یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ ممکن نہیں کہ سچا پیرو اپنے امام کی مخالفت کرے خاص کر ایسے امر میں جو نہ صرف امام کا قول بلکہ خدا کا قول رسول کا قول صحابہ کا قول تابعین کا تبع تابعین کا قول ہے۔ اب ذرہ شرم کرنا چاہئے کہ جب ایسا عظیم الشان امام جو تمام ائمہ حدیث سے پہلے ظہور پذیر ہوا اور تمام احادیث نبویہ پر گویا ایک دائرہ کی طرح محیط تھا جب اسی کا یہ مذہب ہو تو کس قدر حیا کے برخلاف ہے کہ ایسے مسئلہ میں اجماع کا نام لیں افسوس کہ حضرات مولوی صاحبان عوام کو دھوکہ تو دیتے ہیں مگر بولنے کے وقت یہ خیال نہیں کرتے کہ دنیا تمام اندھی نہیں کتابوں کو دیکھنے والے اور خیانتوں کو ثابت کرنے والے بھی تو اسی قوم میں موجود ہیں۔ یہ نام کے مولوی جب دیکھتے ہیں کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے پیش کرنے سے عاجز آ گئے اور گریزگاہ باقی نہیں رہا اور کوئی حجت ہاتھ میں نہیں تو ناچار ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ ملا آن باشد کہ بند نشود اگرچہ دروغ گوید۔ یہ حضرات یہ بھی جانتے ہیں کہ خود اجماع کے معنوں میں ہی اختلاف ہے۔ بعض صحابہ تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ بعض قرون ثلاثہ تک بعض ائمہ اربعہ تک مگر صحابہ اور ائمہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور اجماع کے توڑنے کے لئے ایک فرد کا باہر رہنا بھی کافی ہوتا ہے چہ جائے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ جیسا عظیم الشان امام جس کے قول کے کروڑ ہا آدمی تابع ہوں گے حضرت عیسیٰ کی وفات کا صریح قائل ہو۔ اور پھر یہ لوگ کہیں کہ ان کی حیات پر اجماع ہے۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ اور اجماع کے بارے میں امام احمد رضی اللہ عنہ کا قول نہایت تحقیق اور انصاف پر مبنی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے سچی اور کامل دستاویز قرآن اور حدیث ہی ہے باقی ہمہ ہیچ۔ مگر جو حدیث قرآن کی بینات محکمات کے مخالف ہوگی اور اس کے قصص کے برخلاف کوئی قصہ بیان کرے گی وہ دراصل حدیث نہیں ہوگی کوئی محرّف قول ہوگا یا سرے سے موضوع اور جعلی اور ایسی حدیث بلاشبہ ردّ کے لائق ہوگی۔ (اِتْمَامُ الْحُجَّۃ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 290 تا 295)

اس تعلق میں آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض مزید پُر معارف و پُر شوکت ارشادات پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......

Our Moto Your Satisfaction

MUBARAK TAILORS

کوٹ پینٹ، شیروانی، شلوار قمیض اور vase coat کی سلائی کیلئے تشریف لائیں

Prop. : Hifazat, Sadaqat (Delhi Bazar, Shop No.33) Qadian

Contact Number : 9653456033, 9915825848, 8439659229

وَسِّعْ مَکَانَکَ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

G.M. BUILDERS & DEVELOPERS
RAICHURI CONSTRUCTION
SINCE 1985

OFFICE:
PLOT NO.6 DURGA SADAN TARUN BHARAT CO.OP
HSG. SOC, NEAR CIGARETTE FACTORY,
CHAKALA, ANDHERI (EAST), MUMBAI-400069
TEL 28258310, MOB. 09987652552
E-MAIL: RAICHURI.CONSTRUCTION@GMAIL.COM

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 71 Thursday 6 - October - 2022 Issue. 40

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی تھی اور اس کی ہلاکت کے نشان کو فتح عظیم قرار دیا

آج ہم اس مسجد میں بیٹھے ہیں اسکا افتتاح کر رہے ہیں اسکا نام بھی فتح عظیم مسجد رکھا ہے اور یہ نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اور پیشگوئی کے حوالے سے رکھا گیا ہے

تمام مساجد ہی ہمارے لئے اہم ہیں لیکن اس مسجد کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ یہ مسجد اُس شہر میں تعمیر ہوئی ہے جو ایک مخالف اسلام کا آباد کیا ہوا شہر ہے

پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں، جمعوں میں باقاعدگی اختیار کریں

دنیا کے لہو ولعب اور کاموں میں اپنی عبادتوں کو نہ بھول جائیں، اگر ہم اپنی عبادتوں کو بھول گئے تو یہ مسجد بنانا صرف ایک ظاہری ڈھانچہ کھڑا کرنا ہے

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30 ستمبر 2022ء بمقام مسجد فتح عظیم (Zion) امریکہ

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج آپ یہاں Zion کی مسجد کے افتتاح کیلئے جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ امریکہ کو توفیق دی کہ اس مسجد کی تعمیر کرے اور اُس شہر میں کرے جو جماعت کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دو دن پہلے ایک جرنلسٹ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ مسجد یہاں کیلئے اتنی اہم کیوں ہے۔ میں نے اسے کہا کہ تمام مساجد ہی ہمارے لئے اہم ہیں لیکن اس مسجد کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ یہ مسجد اُس شہر میں تعمیر ہوئی ہے جو ایک مخالف اسلام کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ اس سلسلہ میں ایک نمائش کا اہتمام بھی جماعت نے کیا ہوا ہے جس سے اس تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم اس شہر کے لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے باوجود اسکے کہ شروع میں کونسل نے مسجد کی تعمیر کی مخالفت کی تھی، لوگ ہمارے حق میں کھڑے ہوئے اور کونسل کو مجبور کیا کہ وہ ہمیں مسجد کی تعمیر کی اجازت دے دے۔

حضور انور نے فرمایا: ہم احمدیوں کیلئے صرف یہ ایک خوشی کا دن نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی شکر گزاری کا دن بھی ہے جس نے ہمیں مسجد کی تعمیر کے ساتھ زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق صادق کی سچائی کا بھی زندہ نشان دکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے بیشمار وعدے ہیں کہ وہ آپ کو جماعت کی ترقیات دکھائے گا۔ ہم ان ترقیات کے دیکھنے اور ان کا حصہ بننے کے حق دار تب ہوں گے جب ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بجا لانے والے ہوں گے اور اسکا حق ادا کرنیوالے ہوں گے۔ بہت سارے وعدوں کو ہم نے اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے دیکھا۔ یہ وعدوں کے پورا ہونے کا نظارہ نہیں تو اور کیا ہے کہ آج سے ایک سو بیس سال پہلے جس جھوٹے دعویدار اور دشمن اسلام کی ہلاکت کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ نے اُسے جھوٹا کر دیا اور ختم کر دیا اور پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہنے والے اپنے فرستادے کا دعویٰ سچا کر دکھایا۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کو میدان عمل بنایا ہے۔ ہم نے تو چھوٹے شہر بڑے شہر اور ملکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں لانا ہے۔ لیکن یہ سب کام دعاؤں سے ہونے ہیں۔ پس اس اہم بات کو ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ دعاؤں کی طرف توجہ دیں اور مساجد کی تعمیر بھی اس لئے ہوتی ہے کہ اس میں عبادت کیلئے لوگ جمع ہوں۔ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں۔ جمعوں میں باقاعدگی اختیار کریں۔ دنیا کے لہو ولعب اور کاموں میں اپنی عبادتوں کو نہ بھول جائیں۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کو بھول گئے تو یہ مسجد بنانا صرف ایک ظاہری ڈھانچہ کھڑا کرنا ہے۔

پس آج ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ مقبول دعاؤں کیلئے اپنی عبادتوں کو زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ اپنے بچوں کو بھی عبادت کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کریں۔ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور اس سے مزید فتوحات کی بھیک مانگیں۔ کتنے خوش قسمت ہوں گے ہم میں سے وہ جن کو یہ سب کچھ حاصل ہو جائے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش برستا دیکھیں۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں گے دین کو دنیا پر مقدم کریں گے تو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں انہیں اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے دیکھیں گے۔ پس ہمیں اپنی حالتوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور انور نے فرمایا: آج ہم اس مسجد میں بیٹھے ہیں اس کا افتتاح کر رہے ہیں اسکا نام بھی فتح عظیم مسجد رکھا ہے اور یہ نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اور پیشگوئی کے حوالے سے رکھا گیا ہے۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی فرمائی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ نشان جس میں فتح عظیم ہوگی عنقریب ظاہر ہوگا اور دنیا نے دیکھا کہ پندرہ بیس دن کے اندر ہی اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا اور بڑی ذلت سے ہلاک کر دیا۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا سلوک کیا وہ ایک علیحدہ تفصیل ہے۔ بہر حال اسکی ہلاکت کے نشان کو اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر آپ نے فتح عظیم قرار دیا اور آج اس کا اگلا قدم ہے جو اس شہر میں ہم مسجد کا افتتاح کر رہے ہیں۔ آپ کے الہام کے ایک حصہ کو ہم نے تقریباً ایک سو پندرہ سال پہلے پورا ہوتے دیکھا اور اسکا اگلا قدم ہم آج پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ ایک سو پندرہ بیس سال پہلے اس وقت کے اخباروں نے جو دنیاوی اخبار ہیں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کو اپنے اخباروں میں جگہ دی اور پھر اس کی ہلاکت کی بھی خبر دی۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا نشان تھا جسے دنیا نے مانا۔ ایک اخبار کے کچھ حصہ کا میں یہاں ذکر کر دیتا ہوں۔ 23 جون 1907ء کے The Sunday Herald Boston نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف لکھا پھر آپ کا دعویٰ اور چیلنج لکھا پھر ڈوئی کے حوالے سے لکھتا ہے: عظیم ہے مرزا غلام احمد جو مسیح ہے، جنہوں نے ڈوئی کے عبرتناک انجام کی خبر دی اور اب وہ طاعون سیلاب اور زلزلے کی پیشگوئی کر رہے ہیں۔ اخبار نے لکھا کہ اگست کے 23 دن گزرے تھے جب قادیان ہندوستان کے مرزا غلام احمد نے الیگزینڈر ڈوئی جو ایلیا ثانی کہلاتا تھا کی موت کی خبر دی جو گزشتہ مارچ میں پوری ہوگئی۔ پھر کہتا ہے کہ یہ انڈین آدمی دنیا کے مشرقی علاقوں میں کئی سالوں سے شہرت رکھتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ آخری زمانے میں جس سچے مسیح نے آنا تھا وہ میں ہوں اور خدا تعالیٰ نے اسے عزت بخشی ہے۔ امریکہ میں پہلی دفعہ اسکا ذکر 1903ء میں ہوا جب ایلیاء سوم کے ساتھ اسکا تنازعہ منظر عام پر آیا۔ ڈوئی کی وفات کے بعد سے انڈین نبی نے شہرت کی بلندیوں کو چھوا ہے کیونکہ اس نے ڈوئی کی وفات کا بتایا تھا کہ اسکی یعنی مرزا صاحب کی زندگی میں ہی نہایت دکھ اور تکلیف کے ساتھ اسکی وفات ہو جائے گی۔

اخبار لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے سختی سے اسے چیلنج کیا کہ اللہ سے دعا کرو کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو جائے۔ ڈوئی اس حالت میں مرا کہ اسکے دوست اسے چھوڑ کر جانے لگے اور قسمت خراب ہوگئی۔ وہ فالج اور جنون جیسے امراض میں مبتلا ہو گیا اور اسے عبرتناک موت ملی۔ اس کے ساتھ صیحون شہر اندرونی اختلافات کے باعث تباہ و برباد ہو گیا۔ مرزا صاحب نے واضح طور پر کہا ہے کہ وہ چیلنج یا پیشگوئی جیت گئے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: یقیناً یہ فتح تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی پر دلیل بھی تھی اور ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا آپ علیہ السلام کا مشن تو بہت وسیع ہے یہ تو ایک محاذ کی، ایک جگہ کی فتح کا ذکر ہے۔ ہماری حقیقی خوشی تو اس وقت ہوگی جب ہم دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نیچے لائیں گے۔ اس کیلئے ہمیں اب اس مسجد کے بننے کے ساتھ تبلیغ کے نئے راستے تلاش کرنے ہوں گے۔ مسیح محمدی کے دلائل کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ پہلے سے بڑھ کر اپنی عملی اور روحانی حالت کو بہتر بنانا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہونے والی فتح کو مستقل تبلیغ اور دعاؤں سے دائمی کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کا شمار ان آخرین میں ہوتا ہے جو پہلوں سے ملے تو کیا پہلوں نے تبلیغ روک دی تھی اپنی روحانی اور اخلاقی حالتوں میں بہتری روک دی تھی؟ عبادتوں کے معیار کم کر دیئے تھے؟ جبتک یہ چیزیں رہیں مسلمانوں میں اسلام ترقی کرتا رہا اور مسلمانوں پر زوال اس وقت آنا شروع ہوا جب دنیا غالب آنے لگی اور تقویٰ کے معیار گرنے شروع ہو گئے۔ پس اگر ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی وہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں جن کے آنے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی تو پھر ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس مسیح و مہدی کا مددگار بننا ہوگا۔ وہ نمونہ دکھانا ہوگا جو صحابہ نے دکھایا۔ ہم نے مسلمانوں کو بھی دین واحد پر جمع کرنا ہے اور غیر مسلموں کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آشنا کروا کر انہیں خدائے واحد کی عبادت کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے والا بنانا ہے تبھی ہم حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

پس آج اس مسجد کا افتتاح عظیم تب بنے گا جب ہم اس حقیقت کو پہچان لیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے ورنہ دنیا میں بیشمار مسجدیں ہیں جو خوبصورت ہیں بہت اعلیٰ ہیں لیکن وہاں آنے والے اپنی مقصد پیدائش کو پورا کرنے والے نہیں۔ عبادت صرف اتنی نہیں کہ جلدی جلدی پانچ نمازیں یا چند نمازیں ٹھونگے مار کر پڑھ لیں بلکہ عبادت یہ ہے کہ جو نماز کا حق ہے وہ ادا کیا جائے۔ اسے سنوار کر پڑھا جائے۔

پس ہم جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہیں ہمارا یہ کام ہے کہ مسیح محمدی کے پیغام کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت ان پر ثابت کریں اور یہ کام اس وقت ہوگا جب ہم خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں گے، تقویٰ میں بڑھیں گے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ہماری جماعت کیلئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے۔

پس اپنی اندرونی صفائی بھی بہت ضروری ہے اور جب یہ اندرونی صفائی ہوگی تو تقویٰ پیدا ہوگا تو پھر دنیا دیکھے گی کہ نشانات پر نشانات ظاہر ہوتے چلے جائیں گے اور یہی وہ مقام ہے جہاں فتوحات کے مزید راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ اور یہی وہ حالت ہے کہ فتح عظیم کی حقیقت کو بھی ہم دیکھیں گے۔ پس اے مسیح محمدی کے غلامو ہر فتح کا نشان ہمارے اندر ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہونا چاہئے۔ پس یہ عہد کریں کہ آج کا دن ہمارے اندر ایک روحانی انقلاب لانے کا دن ہوگا۔ ہمارے بچوں کیلئے ہماری نسلوں کیلئے بھی روحانی انقلاب لانے کا دن ہوگا۔ ہمارے اہل وطن بھی اور دنیا بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر ڈال لے۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی قائل ہو جائے اور اس کیلئے ہر قربانی کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad